خواتین اور دوشیزاؤں کیلئے اپنی طرز کا پہلا ماہنامہ

خواتین ڈائجسٹ

ناولٹ نمبر

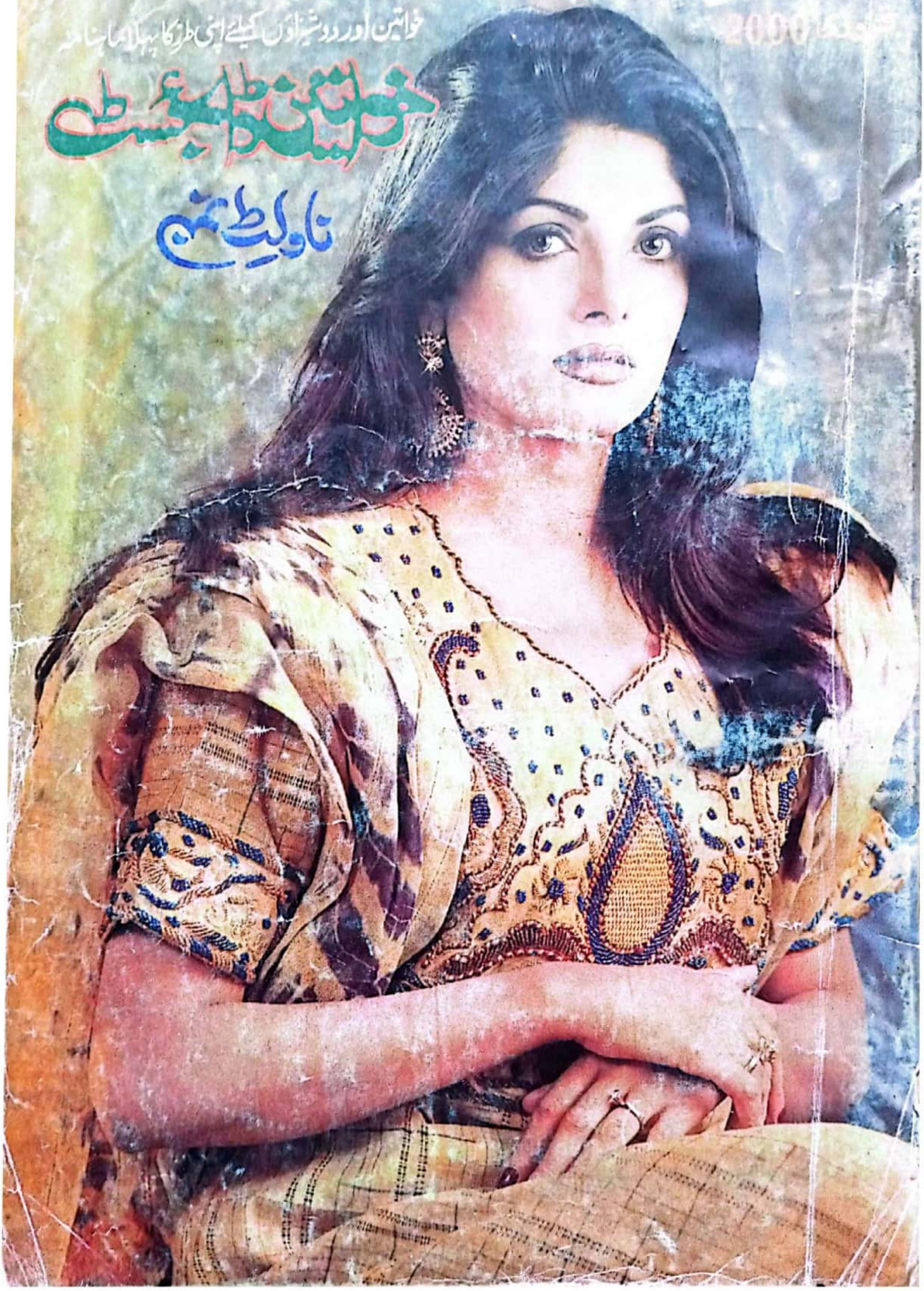

Scanned with CamScanner

فاخرہ جبیں

میرے مقدر کا چاند

digest novels lovers group ❤️❤️

"ہائے اللہ اب کیا ہو گا؟" نمرہ کے روہانسے لہجے پر بائیک پہ جھکا جاوید ایک جھٹکے سے سیدھا ہوا تھا۔

"تم کچھ دیر خاموش نہیں رہ سکتیں۔ پچھلے پانچ منٹ میں تم نے کوئی پچاسویں مرتبہ یہ بات کہی ہی۔" اس نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا تھا۔

"آپ خوامخواہ ڈانٹیں تو نہیں ناں اور اگر آپ نے ایک بار بھی جواب دیا ہوتا تو اب تک میں خاموش ہو چکی ہوتی۔" نمرہ کا لہجہ قدرے ناراضگی لیے ہوئے تھا

مکمل ناول

جاوید کوئی بھی جواب دیئے بغیر سر جھٹک کر بڑبڑاتے ہوئے دوبارہ بائیک پر جھک گیا تھا۔

"خود تو بائیک میں منہ چھپائے بیٹھے ہیں۔ شرمندگی تو مجھے ہو رہی ہے ناں؟" مجال تھی کہ یہ لڑکی گھڑی بھر خاموش رہ لے۔ جاوید طویل سانس لے کر دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"محترمہ! اب ذرا اس بات کی بھی وضاحت کر دیں کہ آپ کو شرمندگی کس بات پر ہو رہی ہے؟" اس نے ایک ایک لفظ چبا کر کہا تھا۔

"دیکھیں ناں جاوید بھائی! اتنے ڈھیر سارے لوگ یہاں سے گزر رہے ہیں کیا سوچتے ہوں گے کہ مشہور بزنس مین احسان علی کی معزز بیٹی نمرہ احسان علی اس پھٹیچر بائیک کے اسٹارٹ ہونے کی منتظر ہے اور وہ بھی سڑک کے کنارے 'اف' آپ کے لیے نہ سہی مگر میرے لیے تو شرمندگی کی بات ہے ناں؟" اس نے گویا جاوید کی تائید چاہی تھی اور اگر جاوید نے اس کی آنکھوں میں مچلتی شرارت کو نہ دیکھ لیا ہوتا تو اب تک اسے اٹھا کر سڑک پہ پٹخ چکا ہوتا۔

"محترمہ' اس شرمندگی سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ آپ یہاں سے گزرتے ہر شخص کو پکڑ پکڑ کر یہ اطلاع دیتی جائیں کہ آپ اپنے والد مشہور بزنس مین احسان علی کے ہاں نہیں بلکہ اپنے ریٹائرڈ سرکاری ملازم نانا کے ہاں رہتی ہیں جو اس پھٹیچر سی بائیک کے سوا کوئی اور سواری افورڈ نہیں کر سکتے۔" وہ مڑ کر بائیک اسٹارٹ کرنے کی کوشش کرنے لگا تھا دوسرے معنوں میں سارا غصہ بائیک پر نکالنے لگا تھا۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

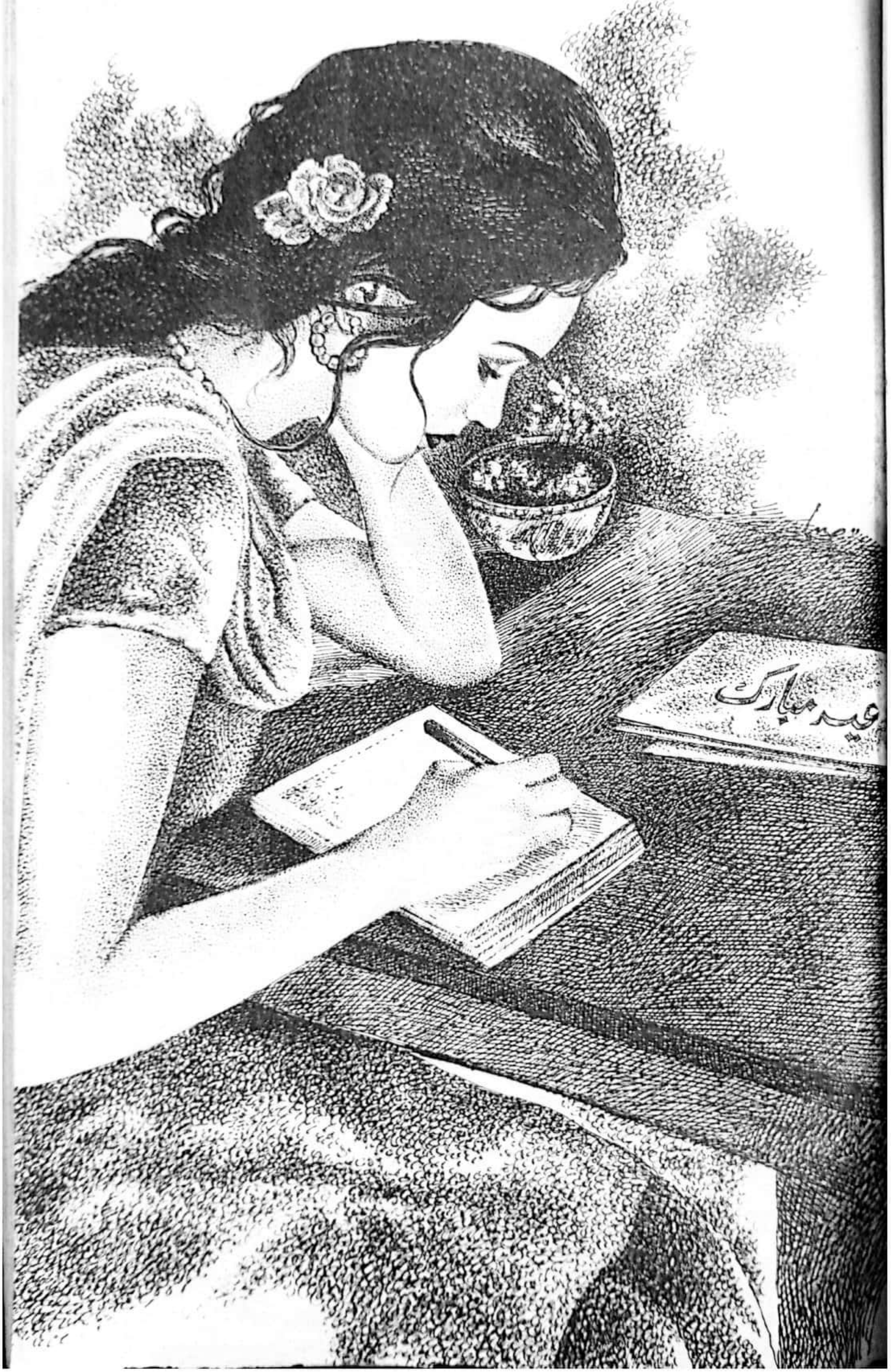

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

"جاوید بھائی! آپ اپنی یہ بائیک فروخت کیوں نہیں کر دیتے اور کچھ نہیں تو چھوارے ہی کھانے کو مل جائیں گے۔" نمرہ جان بوجھ کر اس کو تنگ کر رہی تھی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟ یعنی کہ میں یہ موٹر سائیکل چھواروں کے مول بیچ دوں؟" نمرہ کو اس کا سرخ ہوتا چہرہ مزہ دے گیا تھا۔

"وہ بھی مل جائیں تو غنیمت ہیں۔" اس نے مسکراہٹ روک کر کہا تھا۔

"شرم کرو لڑکی! اور اس کے بعد شکر کرو کہ کم از کم یہ بائیک تو ہمارے پاس موجود ہے۔ اگر ہر روز پیدل جانا پڑے نا تو ہوش ٹھکانے آجائیں تمہارے' ارے یہ کیا کر رہی ہو؟" اس نے نمرہ کو ہاتھ کے اشارے سے رکشہ روکتے دیکھا تو اپنی بات بھول گیا۔

"بھئی' میں تو جا رہی ہوں گھر' آپ جی بھر کے اللہ کا شکر ادا کرتے رہیں کہ اس نے کم از کم یہ بائیک تو آپ کو نوازدی۔" وہ دل جلا دینے والی مسکراہٹ کے ساتھ اچک کر رکشے میں سوار ہوئی اور یہ جا وہ جا۔ جاوید ہونقوں کی طرح منہ کھولے کھڑا رہا تھا اور جب رکشہ نظروں سے اوجھل ہو گیا' تب اس نے سارا غصہ بائیک کو اسٹارٹ کرنے پر نکالا تھا۔ مگر وہ بھی اپنے مالک کی طرح ضدی اور اکھڑ تھی سو وہ بری طرح زچ ہو کر اسے اپنے ساتھ ساتھ گھسیٹنے لگا تھا۔ راستے میں نہر کا پل پار کرتے ہوئے ایک بار تو اس کا بھی دل چاہا کہ اس کھٹارا موٹر سائیکل کو اٹھا کر نہر کے پانی میں غرق کر دے اور خود ہاتھ جھاڑتا ہوا گھر کی طرف چل دے مگر اگلے ہی لمحے دل نے سمجھایا کہ باوا آدم کی اس نشانی سے محروم ہونے پر سب سے زیادہ پریشانی اسی کو اٹھانی پڑے گی سو دل ہی دل میں اسے کوستا ہوا گھر تک پہنچا۔

ساری عمر یہ موٹر سائیکل ابا کے زیر استعمال رہی اور اب جب ابا اور موٹر سائیکل دونوں ریٹائر ہو گئے تھے تب ابا نے حاتم طائی کی قبر پر لات مارتے ہوئے یہ موٹر سائیکل اسے سونپ دی تھی اور سخاوت کے اس عظیم ترین سانحے کو وہ اب پوری طرح "بھگت" رہا تھا۔

گھر میں داخل ہو کر اس نے اپنے پیچھے دروازہ لات مار کر زوردار طریقے سے بند کیا تھا تاکہ گھر کے افراد اس کے خراب موڈ کی پروا کرتے ہوئے فوراً" میدان عمل میں آجائیں مگر موٹر سائیکل کو اسٹینڈ پہ کھڑا کرتے ہوئے وہ چونک سا گیا تھا۔ حسب توقع نہ تو دادی اماں ہڑبڑا کر تخت پہ اٹھ بیٹھی تھیں۔ نہ ہی امی لپک جھپک "آگیا میرا بیٹا" کہہ کر اس کی طرف لپکی تھیں اور نہ ہی مہ وش بھاگ کر اس کے لیے کھانا نکالنے کچن تک گئی تھی (جیسا کہ عموماً" اس کے بگڑتے تیور دیکھ کر ہوتا تھا۔)

"یعنی کہ اب کسی کو ہمارے خراب موڈ کی کوئی پروا ہی نہیں۔" وہ دل ہی دل میں سوچتا ہوا پلٹا تھا مگر برآمدے میں کھڑی شخصیت کو دیکھ کر اس کی ساری کلفت ایک لمحے میں غائب ہو گئی تھی۔

"ارے دادا جان! آپ کب آئے؟" وہ بے تابانہ انداز میں ان کی طرف بڑھا تھا۔

مگر دادا جان نے اپنی چھڑی کی نوک اس کے سینے پہ رکھ کر اسے اتنے ہی قدم پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا تھا جتنے قدم وہ آگے بڑھا تھا۔ جاوید نے حیرت سے ان کی عینک کے موٹے شیشوں کے پیچھے' غصے سے گھورتی آنکھوں کو دیکھا۔

"شامت آئی کہ آئی۔ مگر کس بات پر؟" وہ دادا جان کے تیور خوب پہچانتا تھا۔

"کیا ہوا دادا جان؟" اس نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

"برخوردار! کہاں سے آرہے ہیں آپ؟" دادا جان کے مشکوک انداز پر وہ ٹھٹک گیا تھا۔

"جی یونیورسٹی سے۔" اس نے ادب سے جواب دیا۔

"یونیورسٹی سے تو شانی بھی آیا ہے' مگر وہ آپ سے پون گھنٹہ پہلا پہنچ چکا ہے۔"

"جی دادا جان! یہ تو بس یہ لٹک کر مجھ سے پہلے پہنچ گیا ہو گا جبکہ میں نمرہ کو لینے کالج گیا تھا۔ آج اس کی وین نہیں آئی تھی ناں اس لیے۔" اس نے اطمینان سے جواب دیا کہ وہ جانتا تھا دادا جان اپنے پوتے

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

پوتیوں کی تربیت کے معاملے میں بہت سخت تھے۔ ذرا کسی کام میں دیر سویر ہو جاتی، وہ کسی تفتیشی افسر کی طرح سوال جواب کرنے لگتے تھے۔ اور بزرگوں کا ادب واحترام تو اس کے گھر کے ہر فرد کی گھٹی میں شامل تھا۔

"اچھا تو آپ نمرہ کو لینے گئے تھے۔ پھر کہاں ہے نمرہ؟" جاوید کی نظریں بے اختیار ان کے برابر میں کھڑی نمرہ پر جا پڑی تھیں۔

کیا دادا جان کی قریب کی نظر اس قدر خراب ہو چکی ہے کہ انہیں پاس کھڑی نمرہ بھی نظر نہیں آ رہی۔

"دادا جان! نمرہ آپ کے پاس کھڑی ہے۔" اس نے صدمے کے عالم میں انہیں آگاہ کیا۔

"تو پھر تم کسے لے کر آئے ہو؟" ان کے بے لچک انداز پر جہاں جاوید سر کھجانے لگا تھا وہاں نمرہ نے مسکراہٹ روکنے کے لیے دوپٹہ منہ پر رکھ لیا تھا۔

"نمرہ نے آپ کو بتایا نہیں کہ ـــــ"

"اسی نے تو بتائے ہیں تمہارے کرتوت، تم اتنے غیر ذمہ دار ہو سکتے ہو جاوید! میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ بچی بے چاری ایک گھنٹہ کالج میں تمہارا انتظار کرتی رہی اور پھر تھک ہار کر رکشہ لے کر گھر پہنچی اور ادھر نواب زادے کو اپنے سیر سپاٹوں سے ہی فرصت نہیں ملی۔ یعنی کہ حد ہو گئی آوارگی کی۔" دادا جان نے اسے ٹوک کر بے بھاؤ کی سنانا شروع کر دی تھیں۔

"دادا جان ـــ! یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟ میں تو" اس نے فوراً انہیں اصل بات سے آگاہ کرنا چاہا۔

"خاموش۔" وہ اپنی چھڑی لہراتے ہوئے دھاڑے۔

"انتہائی گستاخ اور ناہنجار ہو تم۔ عقل نام کو نہیں اور سمجھتے ہیں کہ ـــ"

جاوید نے ہاتھ اٹھا کر کئی بار انہیں اصل حقیقت بتانی چاہی۔ مگر دادا جان کے عقب میں کھڑا شانی ہاتھ ہلا ہلا کر اسے خاموش رہنے کا اشارا کر رہا تھا تب اس نے سر کاندھے پر ڈال دیا اور بڑی فرمانبرداری سے ڈانٹ سننے لگا۔ اتنا تو وہ بھی جانتا تھا کہ دادا جان جب شروع ہوتے ہیں تو پھر ان کی گفتگو میں کہیں کوئی کوما، کوئی فل اسٹاپ نہیں ہوتا یہ اور بات کہ جسم میں دوڑتا خون خوامخواہ ہی اپنی رفتار تیز کیے جا رہا تھا اور چہرہ اندرونی تپش سے سرخ ہوا جا رہا تھا۔ دادا جان اپنی لاڈلی نواسی کی محبت میں اپنے سب سے ذمہ دار اور لائق فائق پوتے کو انتہائی غیر ذمہ دار، ناہنجار، نالائق اور ناکارہ قرار دے رہے تھے۔ دادی جان نے ڈرتے ڈرتے کمرے سے باہر جھانکا۔ میاں کی دھاڑ اس عمر میں بھی ان کا خون خشک کر دیتی تھی مگر کیا کیا جائے کہ یہاں معاملہ پوتے کا تھا اسی لیے جی کڑا کر کے باہر نکل آئیں۔

"آئے ہائے ـــ میاں! کیا ہو گیا، آتے ہی بچے کے سر ہو گئے تم تو۔"

"آپ بیچ میں مت بولیے جہاں آرا۔"

"کیوں نہ بولوں، دیکھتے نہیں اتنا سا منہ نکل آیا ہے بچے کا بھوکا پیاسا پڑھ کر واپس آیا اور آپ نے آتے ہی اپنا کام شروع کر دیا۔ چلیے آپ کمرے میں ہم خود پوچھ لیتے اس سے۔" دادی جان نے انہیں بازو سے پکڑ کر کمرے کی طرف دھکیلا اور کوئی مبارک گھڑی ہی تھی کہ دادا جان بڑبڑاتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف چل دیے تھے۔ دادی جان نے جاوید کو کمرے میں جانے کا اشارا کیا اور خود دادا جان کے پیچھے لپکیں تاکہ انہیں ذرا ٹھنڈا کر سکیں۔ دادا جان کے کمرے میں جاتے ہی جاوید کی ساری فرمانبرداری اڑنچھو ہو گئی تھی۔ اس نے نمرہ کو دادا جان کے پیچھے کھسکتے دیکھا تو بجلی کی سی تیزی سے لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس تک پہنچ گیا تھا۔ شدید غصے کے عالم میں اس نے نمرہ کو بازو سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے اپنے سامنے کیا تو وہ دیوار سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔

"تم۔" اس نے دانت پیس کر شعلہ بار نظروں سے اسے گھورا۔ وہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبائے ہنسی روکنے کی کوشش میں سرخ ہوئی جا رہی تھی۔ سیاہ آنکھوں میں ہلکی ہلکی نمی لیے وہ اس پر نظریں جمائے کھڑی تھی اور وہ جو کوئی سخت سی بات کہنے جا رہا تھا۔ بغیر کچھ کہے دانت کچکچا کر رہ گیا تھا۔

"مرو تم۔" اس نے ایک جھٹکا دے کر اسے تخت پہ

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

گرایا اور خود دھڑ دھڑ سیڑھیاں چلتا گیا تھا۔ جبکہ تخت پر گری نمرہ نے اپنے قہقہوں کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔

"نمرہ تم انتہائی بدتمیز لڑکی ہو۔" شانی نے غصے سے اسے یوں ہنستے ہوئے دیکھ کر کہا تھا۔

"کیوں کیا ہوا؟" اس نے سیدھے ہو کر بیٹھتے ہوئے آنکھوں سے بہتا پانی دوپٹے سے صاف کیا۔

"ماشاءاللہ! یعنی ابھی کچھ ہوا ہی نہیں۔ محترمہ! وہ صاحب بہادر سخت غصے میں اوپر گئے ہیں یعنی مکمل ناراضگی اور خدا کا شکر کرو تم بچ گئیں ورنہ مجھے تو لگا تھا ابھی ایک ہاتھ لگے گا اور تم دار فانی سے کوچ فرما جاؤ گی۔" وہ چڑ کر اس کے برابر دھم سے بیٹھ گیا تھا۔

"ہیں' کیا واقعی اتنے غصے میں تھے جاوید بھائی۔" اس نے حیرت سے شانی کو دیکھا تو اس کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے۔

"تو تمہارا کیا خیال ہے' وہ قہقہے لگاتے ہوئے اوپر گئے ہیں۔"

"تو پھر تم یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو جا کر مناؤ نا انہیں۔" اس نے فوراً اسے اٹھایا۔

"ہاں' اتنا آسان ہے نا انہیں راضی کرنا اور پھر میں کوئی الھڑ دوشیزہ تو نہیں کہ دوپٹے کا کونا منہ میں دبا کر لجاتے ہوئے ان سے مان جانے کی فرمائش کروں اور وہ جھٹ سے آپڑیں میرے قدموں میں۔" وہ وہاں سے اٹھ کر برآمدے کی سیڑھیوں پر پھیل گیا تھا۔

"دادی جان بالکل ٹھیک کہتی ہیں ۔۔۔ تم جتنے لمبے ہوتے جا رہے ہو تمہاری عقل ٹخنوں میں سماتی جا رہی ہے' بیوقوف اب ہم انہیں منانے کے لیے کہیں سے الھڑ دوشیزہ تو منگوانے سے رہے ظاہر ہے یہ کام ہمیں خود ہی کرنا پڑے گا۔"

"ہاں تو میں تمہیں کب منع کر رہا ہوں۔ جا کر منالو' کسی الھڑ دوشیزہ سے کم تو نہیں ہو تم۔" شانی نے پلر سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا تھا۔

"ایڈیٹ! میں تمہیں الھڑ دوشیزہ نظر آ رہی ہوں؟" وہ بھنا کر اس کے سامنے آئی تھی۔

"نہیں ۔۔۔ اس وقت تو مولا جٹ لگ رہی ہو۔" اس نے اس کو آستینیں چڑھاتے دیکھ کر شرارت سے کہا۔

"بکواس نہیں کرو۔ جا کر دیکھو انہیں' میں ان کے لیے کھانا گرم کرتی ہوں۔" وہ سنجیدگی سے کہہ کر کچن کی طرف بڑھی تھی۔

"میرا تو خیال تھا کہ یہ کام تم خود کر لیتیں ۔۔۔ مستقبل کے لیے تھوڑی پریکٹس ہی ہو جاتی۔" آخری جملہ بہت آہستگی سے کہا گیا تھا۔

"مجھ سے کچھ کہہ رہے ہو؟" نمرہ جاتے جاتے پلٹی تھی۔

"تم سے کچھ کہہ کر مجھ مار کھانی ہے۔" وہ اٹھ کر سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا تھا اور نمرہ فوراً" کچن میں گھس کر جاوید کے لیے کھانا گرم کرنے لگی تھی کہ بہرحال وہ کسی کی ناراضگی زیادہ دیر تک برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

آغا وحید الرحمٰن جب جہاں آرا بیگم اور بچوں کے ساتھ اس سرخ اینٹوں والے پختہ مکان میں آ کر بسے تھے تو اطراف میں بکھرے بے شمار کچے اور نیم پختہ مکانوں میں یہ واحد مکان تھا جو نہ صرف مکمل طور پر پختہ بلکہ دو منزلہ تھا۔ راہ چلتے لوگ بھی گھڑی بھر رک کر اس سرخ مکان کو دیکھتے جو کسی محل کی سی سج دھج اور آن بان کے ساتھ ان کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لیتا تھا یہ اور بات کہ اتنے برس گزرنے کے بعد وقت کی دھول مٹی نے اس سرخ مکان کی حالت نہ صرف مخدوش بلکہ قابل رحم بھی بنا دی تھی۔ لکڑی کے بڑے سے دروازے کا رنگ و روغن کب کا داغ مفارقت دے چکا تھا۔ دیواروں سے جا بجا پلستر اکھڑا ہوا تھا اور اردگرد بنے نئے پختہ مکانوں کے درمیان اس مکان کی حالت برسوں پرانے مریض جیسی ہو چکی تھی۔

ہاں البتہ گھر کے اندر بستے لوگ اور ان کے جذبوں سے مہکتی محبت بھری فضائیں آج بھی جوں کی توں تھیں۔ آغا وحید الرحمٰن کے تین بیٹے تھے اور تین بیٹیاں دونوں بڑی بیٹیاں اپنی سسرال میں خوش و خرم تھیں۔ البتہ ان کی چھوٹی اور لاڈلی بیٹی صاعقہ شادی

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

کے تین سال بعد ہی سسرال سے روتی سسکتی واپس آگئی تھیں کہ شوہر دوسری شادی کر کے اپنی بیوی کو اسی کوٹھی میں لے آئے تھے اور کہا تھا۔

"آج سے ثمینہ یہیں رہے گی۔" صاعقہ برداشت نہ کر سکیں اور دو ماہ کی نمرہ کو لے کر باپ کے گھر واپس آ گئیں اور پھر ڈیڑھ سال کی نمرہ کو ماں کی گود میں ڈال کر اس دار فانی سے کوچ کر گئیں۔ یہ صدمہ اگرچہ آغا وحید الرحمٰن کے لیے جان لیوا تھا۔ مگر ننھی نمرہ نے انہیں اپنی معصوم قلقاریوں سے ایک بار پھر زندگی کے مفہوم سے آشنا کرا دیا تھا۔

آغا صاحب کے بڑے بیٹے سیف الرحمٰن کے تین بچے تھے۔ جاوید، مہ وش اور رمنا۔ منجھلے بیٹے عتیق الرحمٰن کے دو بیٹے ذیشان عرف شانی، عفان تھے۔ چھوٹے بیٹے عبید الرحمٰن کے بچوں میں زارا اور شہزینہ اور شیراز شامل تھے۔

افراد کی تعداد کو مد نظر رکھتے ہوئے اگرچہ گھر کے تین پورشن بنا دیئے گئے تھے مگر تمام تر ہنگاموں کا مرکز نچلے پورشن کا وہ وسیع و عریض کمرہ تھا جو بیک وقت سٹنگ روم، ڈائننگ روم اور ٹی وی لاؤنج کے فرائض سر انجام دے رہا تھا۔

اس کے علاوہ لڑکیوں کے لیے یہ جگہ اس لیے بھی پرکشش تھی کہ گھر کے لڑکوں کے خلاف کوئی بھی سازش تیار کرنے میں یہ کمرہ بہت معاون ثابت ہوتا تھا سردیوں میں کمرے میں بچھی چٹائی پر لحاف ڈال کر ساری فوج ٹوٹی وی کے سامنے براجمان ہو جاتی تھی۔

اور جب عین وسط میں رکھے ڈرائی فروٹس پر لڑکوں کی اجارہ داری قائم ہونے لگتی تو لڑکیاں، بیچاری چیخ چیخ کر اس پر احتجاج کرتیں آغا صاحب انگیٹھی میں سلگتے کوئلوں پر سے نظر ہٹا کر انہیں دیکھتے اور مسکرا دیتے۔

"میں نے اس گھر کی بنیادوں میں محبت کے بیج بوئے تھے اور اب محبت کی فصل کاٹ رہا ہوں۔" وہ کہتے اور جہاں آرا بیگم بھی اس بھرے پرے گھر کی دائمی خوشیوں کے لیے دعا گو ہو جاتیں۔

"سچ تو یہ ہے میاں! کہ اولاد نیک ہو تو بڑھاپا سنور جاتا ہے۔" وہ نثار ہو جانے والی نظروں سے اپنے تینوں

۲ نئے ناول

دل دیا ہے

رفعت سراج کا ناول جو چار سال اور دو مہینوں تک خواتین ڈائجسٹ میں چھپتا رہا۔ کتابی صورت میں چھپ کر تیار ہے۔ بہنیں منی آرڈر بھیج کر منگوا سکتی ہیں۔

قیمت :- 600/= روپے

○

شعاع میں چھپنے والا ماہا ملک کا ناول

جو چلے تو جاں سے گزر گئے

جو بے حد پسند کیا گیا۔ اب بہنوں کی فرمائش پر کتابی صورت میں چھپ کر تیار ہے۔

قیمت :- 150/= روپے

اس پتے پر خط لکھیں۔
مکتبہ خواتین ڈائجسٹ، اردو بازار کراچی

یا

پتہ ذیل سے دستی خریدیں۔
مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37، اردو بازار کراچی

فون :- 216361

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

بیٹوں کو دیکھتیں۔ یہ ان کے بچوں کی نیکی و فرمانبرداری ہی تو تھی کہ تمام ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے باوجود آغا صاحب اس گھر کے سرپرست اعلا مانے جاتے تھے۔ جوان اولاد کے ہوتے ہوئے بھی تینوں بیٹے باپ کے سامنے سر جھکا کر کھڑے ہوتے تھے اور خود جہاں آرا بیگم جو اپنے بڑھاپے کے باعث گھر کی تمام ذمہ داریوں سے ہاتھ کھینچ کر اپنے کمرے اور برآمدے میں بچھے تخت تک محدود ہو چکی تھیں۔ آج بھی خود کو اس گھر کا اہم ترین فرد سمجھتی تھیں کہ تینوں بہوئیں ان سے مشورے کے بغیر کوئی کام کرنا خود پر حرام تصور کرتی تھیں۔

محبت کی اس عظیم روایت کو ان کے پوتے، پوتیوں نے بھی برقرار رکھا تھا۔ کوئی اجنبی اس گھر میں آتا تو جان نہ سکتا تھا کہ کون کس کی اولاد ہے۔ مہ وش کی بڑی چچی سے گاڑھی چھنتی تھی دونوں ہی کھانے پینے کی بے حد شوقین تھیں سو دونوں ہمہ وقت کچن میں نظر آتیں۔

شانی کو تائی اماں کے ہاتھوں تیل کی مالش کروانا بہت اچھا لگتا تھا سو وہ تیل کی شیشی لیے ان کے پیچھے پھرتا رہتا۔ شہزینہ چھوٹی چچی سے کپڑوں کے نت نئے ڈیزائن بنوانے میں مصروف رہتی۔ یہ تمام کزنز بے حد پر خلوص ہونے کے ساتھ ساتھ بے حد شرارتی بھی تھے یہی وجہ تھی کہ گھر کی فضا میں ہمہ وقت خوشیاں اور مسکراہٹیں رقص کرتی تھیں۔

♥ ♡ ♡ ♥

جہاں آرا نہا کر نکلیں تو بری طرح کپکپا رہی تھیں۔ مہ وش نے دیکھا تو جھٹ مجو کو ساتھ لے کر تخت برآمدے سے اٹھا کر صحن کے سامنے والی دیوار کے ساتھ لگا دیا۔ یہاں دھوپ براہ راست پڑتی تھی۔ ان کی بوڑھی ہڈیوں تک دھوپ کی گرمائش پہنچی تو انہوں نے اپنی اس سگھڑ پوتی کو ڈھیروں دعائیں دے ڈالیں جو بی اے کرنے بعد گھر کی سب سے بڑی لڑکی ہونے کے باعث گھریلو ذمہ داریاں احسن طریقے سے نمٹا رہی تھی۔

"یہ کیا بات ہوئی دادی اماں! تخت تو میں نے بھی ساتھ اٹھایا تھا مگر آپ نے ساری کی ساری دعائیں مہ وش آپی کو دے ڈالیں۔" مجو سخت خفا نظر آ رہا تھا۔

"ارے ہاں تو بھی تو بڑا اچھا بچہ ہے میرا اتنا خیال رکھتا ہے اب دیکھ نا کوئی ہفتے بھر سے میں تجھے کہہ رہی ہوں کہ میری چارپائی کی ادوائن ڈھیلی پڑ گئی ہے، ذرا سا اسے کس دے مگر مجال ہے جو میرے اس سگھڑ بچے کے کان پر جوں تک رینگی ہو۔"

دادی اماں نے طنزیہ انداز میں گردن جھکائے آئیں بائیں شائیں کرتے مجو کو دیکھا۔

"دادی یہ مجو بڑا صاف ستھرا رہتا ہے اس کے بالوں میں جوئیں ہوتی ہی نہیں تو کان پر کہاں سے رینگیں گی۔" مہ وش نے ذرا سا تیل دادی کے سر میں انڈیلتے ہوئے کہا تو مجو جھٹ سے بال سنوارنے لگا۔

"ویسے مہ وش آپی! آپ بات سولہ آنے کہتی ہیں۔ صفائی پسند تو میں واقعی بہت ہوں۔"

"جی ہاں جب ہی تو تمہارا سرمئی سویٹر سیاہ رنگ میں بدل گیا ہے۔" مہ وش کے کھلے طنز پر مجو میاں نے سٹپٹا کر دادی کو دیکھا جو بڑی عرق ریزی سے اس کے سویٹر کا اصل رنگ ڈھونڈ رہی تھیں۔

"وہ، وہ میں دادی کی چارپائی۔" وہ جھٹ پٹ دادی کے کمرے میں گھس گیا تھا جبکہ مہ وش دادی کی چٹیا بناتے ہوئے مسکرا دی تھی۔ مجو سات سال کی عمر میں اس گھر میں آیا تھا۔ اس کا باپ آغا صاحب کی زمینوں پر کام کرتا تھا۔ اور اب اس ماحول میں اس قدر رچ بس گیا تھا کہ نہ تو گھر کے مکین اسے واپس بھیجنے پر رضا مند ہوتے تھے اور نہ ہی مجو نے ایسا کوئی ارادہ ظاہر کیا۔

♥ ♡ ♡ ♥

آنے والے نے خاصی حیرت سے تخت کے چاروں طرف گھوم پھر کر گرم اونی چادر میں لپٹی لپٹائی اس چیز کو دیکھا تھا جو کسی زاویے سے اس کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔ تب اس نے ہاتھ میں پکڑا سفری بیگ تخت کے سرہانے زمین پہ رکھا اور دونوں ہاتھ کمر پہ رکھ کر ارد گرد دیکھنے لگا۔ پورے گھر پہ اس وقت خاموشی طاری تھی۔ لیموں کے پیڑ پہ بیٹھی چڑیوں کی چوں چوں کے سوا اس وقت کوئی دوسری آواز نہ سنائی دے رہی

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

تھی۔

وہ جھک کر تخت پہ بیٹھ کر سوچنے لگا کہ اسے دستک دے کر اندر آنا چاہیے تھا۔ تبھی اس گرم چادر میں لپٹی چیز میں سے ہلکی ہلکی خراٹوں کی آواز اس تک پہنچی تو وہ خوشی کے مارے اچھل پڑا۔ کم از کم اس بات کا ثبوت تو مل گیا تھا ناں کہ گھر میں اس وقت کوئی ذی روح موجود ہے۔ اور اسی ذی روح کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کا ارادہ لیے وہ کھڑے ہو کر ہلکا سا کھنکھارا تھا۔

عین اسی وقت برآمدے میں کھلنے والے دروازے سے سیاہ پلین سوٹ پر دھنک رنگ دوپٹہ اوڑھے ایک لڑکی برآمد ہوئی تھی۔ برآمدے کی دو سیڑھیاں اتر کر گنگناتے ہوئے اس نے مگن سے انداز میں سامنے دیکھا تھا اور پھر ایک دم ٹھٹھک کر رک گئی تھی۔ ایک لمحے کے لیے اس کی آنکھوں میں بے تحاشا تحیر امڈ کر آیا تھا اور اگلے ہی لمحے اس نے پوری قوت سے چیخنے کے لیے منہ کھولا تھا۔ آنے والے نے متوقع چیخ کے پیش نظر اپنے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ لیے تھے مگر وہ لڑکی اس قدر خوفزدہ ہوئی تھی کہ چیخ تو حلق سے برآمد نہ ہو سکی۔ البتہ ہاتھ میں پکڑا تھال ایک دھماکے سے زمین پہ جا گرا تھا۔ تھال میں موجود آلو پورے صحن میں لڑھکتے چلے گئے تھے اور اس دھماکے نے سوئے سوئے ماحول میں گویا صور اسرافیل کا کام کیا تھا۔ تخت پر پڑا وجود ہڑبڑا کر اپنے اونی خول سے باہر نکلا تھا۔

"کک ... کک ... کک کیا ہوا؟" جب تک ان بوڑھی خاتون کے حلق سے کیا ہوا؟ برآمد ہوا تھا اس وقت تک تخت کے پاس کھڑا شخص نادیدہ مرغی کی کھوج میں تخت کے نیچے بھی جھانک چکا تھا۔

"وہ ... وہ ... وہ" لڑکی کی ٹیپ پھنس گئی تھی۔ بوڑھی خاتون نے لڑکی کی نظروں کے تعاقب میں پلٹ کر دیکھا تھا اور ایک بالکل اجنبی دیو قامت شخص کو اپنے انتہائی قریب دیکھ کر ان کی آنکھیں حیرت کی شدت سے پھیل کر ان کے کانوں کو جا لگی تھیں۔

"ہائے میری ماں۔" انہوں نے ایک "دہائی" دی اور اس کے ساتھ ہی دوبارہ تکیے پر لڑھک گئیں۔

"دادی اماں۔" وہ لڑکی تڑپ کر بھاگی تھی۔

"بہت جذباتی ہے لگتا ہے پاکستانی فلموں کی ہیروئنوں سے متاثر ہے۔" اجنبی نے تاسف سے دادی اماں کے اوپر گر کر بلکتی ہوئی پوتی کو دیکھا۔

"دادی اماں! کیا ہو گیا ہے آپ کو' آنکھیں کھولیں۔ آپ ہمیں چھوڑ کر نہیں جا سکتیں۔"

"ہائیں۔" اجنبی نے پریشان ہو کر نیم سیاہ بالوں سے ڈھکی پشت کو گھورا۔

"دیکھیں محترمہ! آپ کی دادی اماں کہیں نہیں جا رہیں' باہر کا دروازہ بند ہے۔" اس نے اس کے کندھے کو ذرا سا ہلا کر تسلی دینی چاہی۔

"مگر یہ اٹھ کیوں نہیں رہیں۔ کیا ہو گیا ہے انہیں۔" وہ ان کے ہاتھ سہلانے لگی۔

"انہیں تو کچھ نہیں ہوا' البتہ مجھے کچھ ہو کر رہے گا۔" اس نے سنہری رنگت پر شفاف پانیوں سے لبریز سیاہ آنکھوں سے نظریں چرا کر زیر لب کہا تھا اور جھک کر دادی اماں کے گال تھپتھپانے لگا تھا۔ کچھ لمحوں بعد ہی انہوں نے پٹ سے آنکھیں کھول دی تھیں اور اس سے پہلے کہ وہ اسے دیکھ کر دوبارہ سے بے ہوش ہوتیں اس نے انہیں دونوں بازوؤں سے تھام کر تخت پر بٹھا دیا تھا۔

"دیکھیے پلیز۔ اب دوبارہ مت بے ہوش ہو جائیے گا ورنہ آپ کی یہ پوتی تڑ سے آپ کے قدموں میں گر کر جان دے دیں گی اور دادی سے محبت کی عظیم اور لازوال داستان اپنے پیچھے چھوڑ جائیں گی اور ہیر رانجھا مسی پنوں کی طرح دادی پوتی کی کہانیاں بھی زبان زد عام ہو جائیں گی۔"

"آئے ہائے بولے چلے جا رہے ہو' کون ہو تم؟ کہاں سے آئے ہو؟" دادی نے کپکپاتی آواز میں اس کا حدود اربعہ معلوم کرنا چاہا اور جھٹ سے مہ وش کو کھینچ کر اپنی آغوش میں چھپا لیا۔

"افوہ بڑی اماں نہ تو ہم چور ہیں نہ ڈاکو پھر کیوں اس طرح کے سوال کر کے انہیں ہراساں و پریشان کیے جا رہی ہیں۔" اس کا اشارا مہ وش کی طرف تھا۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

"دیکھیے ذرا کس قدر سہمی ہوئی ہیں' کمال ہے ہمارا تو دل ڈوبا جا رہا ہے اور آپ ہیں کہ پوتی کی پرواہ نہیں۔" اس نے جیسے ان کی سنگدلی کی نشاندہی کی۔

"ارے منحوس پتا نہیں کون ہے یہ' ارے ہے کوئی؟" دادی اماں نے مدد طلب نظروں سے ادھر ادھر دیکھا مگر نچلے پورشن میں اس وقت کوئی موجود نہیں تھا اور اوپر کے پورشن میں ان کی آواز ابھی تک پہنچی ہی نہ تھی۔

"بڑے افسوس کی بات ہے' آپ نے مجھے ابھی تک نہیں پہچانا۔" وہ ایک دم دل گرفتہ ہو کر اپنا تعارف کروانے لگا تھا۔

"بڑی اماں! میں ضیا حسن ہوں آپ کا نواسا۔"

"ہیں۔" اس کے نواسا کہنے پر وہ بری طرح چونکی تھیں اور پھر عینک درست کرتے ہوئے بغور اسے دیکھنے لگی تھیں۔

"مائیگرو اسکوپ لا دوں بڑی اماں۔" ان کے دیکھنے کا انداز ہی ایسا تھا کہ وہ کہے بغیر نہ رہ سکا تھا۔ دادی اماں کڑی مشقت کے بعد بھی اسے پہچان نہ سکیں تو الجھ کر سیدھی ہو بیٹھیں۔

"اے میاں! کس کے بیٹے ہو تم؟"

جواباً" شرماتے لجاتے ہوئے کہا گیا تھا۔" دراصل میں اکلوتا ہوں ناں اس لیے اماں ابا نے آدھا آدھا بانٹ رکھا ہے آدھا اماں کا ہوں' آدھا ابا کا۔"

"ماشاء اللہ تمہارے اماں باوا نے اولاد بھی مونگ پھلی' ریوڑیوں کی طرح بانٹ رکھی ہے۔ ارے میری بلا سے تم بے شک پورے خاندان میں بٹ جاؤ میں تو تمہارے اماں' ابا کے نام پوچھ رہی ہوں۔" دادی اماں بھنا کر اس پہ چڑھ دوڑی تھیں۔

"افوہ بتا رہا ہوں ڈانٹیں تو نہیں نا میں آپ کی خالہ زاد بہن صاعقہ کا نواسا اور دردانہ بیگم کا فرزند ارجمند ہوں۔" اس نے قدرے ناراضگی سے اپنا پورا تعارف کروایا۔

"ابھی تو آپ کہہ رہے تھے آپ ضیا حسن ہیں اور اب کہہ رہے ہیں میں ارجمند ہوں۔" مہ وش نے مشکوک نگاہوں سے اسے گھورا۔

"ارے' ارے ٹھہرو تم کہیں اپنی دردانہ اور عبدالنواز کے بیٹے تو نہیں۔" دادی جان کے پرجوش لہجے پر اس نے خوشی سے اثبات میں سر ہلایا تو وہ جھٹ پٹ اسے بازوؤں میں لے کر پیار کرنے لگیں۔

"ارے چاند! تم نے آتے ہی کیوں نہ بتا دیا؟" وہ اپنے رویے پر پشیمان ہونے لگیں اور مہ وش شرمندہ سی ہو کر صحن میں بکھرے آلو اکٹھے کرنے لگی تھی۔

"ارے جاؤ مہ وش! جلدی سے پہلے بچے کے لیے چائے بنا کر لاؤ کتنی دور سے سفر کر کے آیا ہے بچہ کراچی کوئی گھر کے پچھواڑے تو نہیں کھڑا ناں۔" دادی اماں کے لہجے میں بلا کی چاشنی گھلی ہوئی تھی۔ مہ وش نے اوپر جا کر پہلے اپنی امی اور بڑی چھوٹی پھپھی کو مہمان کے آنے کی اطلاع دی جو دھوپ میں لحاف سکھانے کے بہانے خاندان بھر کو موضوع بحث بنائے ہوئے تھیں اور پھر کچن میں گھس گئی۔ چائے بنا کر دیگر لوازمات کے ساتھ وہ باہر آئی تو ضیا حسن چاروں خواتین کے نرغے میں بری طرح پھنسا بیٹھا تھا اور خاندان میں ہونے والے نت نئے واقعات چٹخارے لے لے کر سنا رہا تھا۔

"فلاں کا بیٹا پڑھنے کے لیے امریکہ گیا تھا مگر وہاں جاتے ہی شادی رچا لی۔"

"ہائے۔" یہ ردعمل خواتین کی طرف سے سامنے آیا تھا۔

"رضیہ خالہ کی منجھلی بیٹی کی منگنی ٹوٹ گئی۔"

"چچ چچ۔" خواتین کا اظہار افسوس "چ" تک محدود ہو کر رہ گیا تھا۔

"شائستہ آپا کی دادی ساس پچھلے ماہ فوت ہو گئیں۔"

"ہک ہا۔" دادی کی سرد آہ نے ماحول کی خنکی میں اضافہ کر دیا تھا۔

"اس عمر میں فوت ہونے پر تو شادیانے بجے ہوں گے۔" مہ وش نے ٹرے میز پہ رکھتے ہوئے سوچا۔

"تو یدہ پھپھو کا پاؤں صحن میں پھسل گیا تھا۔ ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی آج کل بیچاری پھپھو اپنی ظالم اور سفاک بہو کے آسرے پہ جی رہی ہیں۔"

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

"اف توبہ توبہ۔"

"ضیا بھائی چینی کتنی؟" مہ وش کوئی تیسری بار منمنائی تھی۔

"زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں میرا نام ضیا حسن ہے۔" اس نے گویا بھائی کہنے پر ناگواری سے جتایا تھا مہ وش شرمندہ ہو کر رہ گئی۔

"چینی کتنی؟" اس سے پہلے کہ وہ دوبارہ خبرنامہ جاری کرتا مہ وش نے پوچھ لیا تھا۔

"چینی کی کیا ضرورت ہے۔ ذرا سی چاہ ملا دیں۔" بہت دھیرے سے کہا گیا تھا۔ مہ وش نے سٹپٹا کر سر اٹھایا تھا اور پبلک کو خبروں پہ تبصرے میں مصروف دیکھ کر اس کی جان میں جان آگئی تھی۔

"دو چمچ۔" اس کی گھورتی نظروں کے جواب میں اطمینان سے کہہ کر وہ دوبارہ ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو گیا تھا اور مہ وش نے اپنا بے تحاشا غصہ دباتے ہوئے چائے کے کپ میں دو چمچ ڈالے تھے مگر پانچ مرتبہ۔

"مہ وش بیٹی! تم ذرا جاوید کا کمرہ ٹھیک کر آؤ۔ فی الحال ضیا وہیں آرام کر لے گا۔" امی کے کہنے پر مہ وش اوپر جاوید کے کمرے میں چلی آئی اور اس کمرے کی حالت زار دیکھ کر اس کا دل چاہا تھا سر پہ ہاتھ رکھ کر چیخ چیخ کر رو دے۔ بہرحال بڑے ضبط کے ساتھ وہ کمرے کے ایک کونے سے شروع ہوئی تھی۔ لحاف بیڈ کے بجائے فرش پر پڑا تھا اسے تہہ کر کے اوپر رکھا باتھ روم سے گیلا تولیہ نکال کر ٹیرس کی گرل پر پھیلایا فرش پہ بکھرے کپڑے اٹھا کر کھونٹی پہ لٹکائے۔ بیڈ پہ بکھری کتابیں دوبارہ سے الماری میں رکھیں ڈریسنگ ٹیبل پر سجے مونگ پھلی کے چھلکے اور چیونگم کے ریپر سمیٹ کر ڈسٹ بن میں ڈالے اور جب کمرے کی حالت ذرا سدھری تب وہ نیچے آئی۔ دادی اماں نے اپنی پیسٹری ختم کر کے چائے کا کپ ہونٹوں سے لگایا ہی تھا جب اس نے کمرہ درست ہو جانے کی اطلاع امی کو دی۔

"ارے مہ وش بیٹی۔" دادی نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"جی دادی!۔" اس نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔

"اے کیا چینی دان میں چائے ڈال کر دی ہے مجھے؟"

"جی۔" مہ وش نے ہونقوں کی طرح منہ کھول کر پہلے دادی کو اور پھر اسے دیکھا تھا جو بڑے مزے سے چائے کا آخری گھونٹ حلق میں انڈیل کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"میرا خیال ہے اب میں کچھ دیر آرام کر لیتا ہوں۔" اس نے جھک کر اپنا بیگ اٹھایا اور جانے کے لیے آگے بڑھا مہ وش نے دو قدم پیچھے ہٹ کر اسے گزرنے کے لیے جگہ دی۔ وہ جاتے جاتے عین اس کے سامنے رک گیا تھا۔

"ویسے آپ چائے بہت اچھی بناتی ہیں۔" بظاہر بہت سنجیدگی سے کہا تھا مگر لہجے میں چھپی شرارت کو محسوس کر کے مہ وش اس طرح شرمندہ ہوئی تھی کہ ٹھوڑی سینے سے جا لگی تھی اور اس کی قابل رحم حالت کو محسوس کرتے ہوئے ضیا حسن آگے بڑھ گیا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

مہ وش کچن کے عین وسط میں بیٹھی مٹر چھیلنے کے ساتھ ساتھ اس اسٹوپڈ سے ضیا حسن کی آمد کے بارے میں بتا رہی تھی جو دو گھنٹے سونے کے بعد اب کہیں باہر جا چکا تھا اور جس کے دیدار سے ابھی تک جاوید اور شانی کے سوا سب محروم تھے۔ یہ ہی وجہ تھی کہ شہزینہ، زارا اور رمنا اس وقت چہروں پہ اشتیاق لیے اس کے گرد بیٹھی تھیں۔ وہ ابھی ابھی کالج سے واپس آئی تھیں۔ شہزینہ ایم اے اردو کی کلاسز اٹینڈ کر رہی تھی۔ زارا اور رمنا بی اے میں تھیں۔

"ویسے دیکھنے میں کیسا ہے؟"

"پتا نہیں یار! میں تو ڈر کے مارے اسے ٹھیک طرح دیکھ بھی نہیں پائی تھی۔" اس نے جواب زارا کو دیا تھا اور زوردار چپت رمنا کے ہاتھ پر لگائی تھی جو پچھلے کئی منٹ سے مٹر کے دانے پھانکتی چلی جا رہی تھی۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

"چلو آئے گا تو دیکھیں گے۔ آپ یہ بتائیں رات کھانے میں کیا بنا رہی ہیں۔" زارا کی بات پر گفتگو کا رُخ رات کے کھانے کی طرف مڑ گیا تھا۔

"یہ نمرہ کہاں ہے' نظر نہیں آ رہی۔" مہ وش نے چھلکے سمیٹ کر ٹوکری میں ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"کل اس کا ٹیسٹ ہے غالباً" اسی کی تیاری میں مصروف ہو گی۔" رمنا ہاتھ جھاڑتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"سنو امی اوپر ہوں گی ان سے کہنا سورج غروب ہو چکا ہے۔ اب لحاف سمیٹ کر نیچے چلی آئیں۔" مہ وش نے باہر نکلتی رمنا سے کہا تھا۔

"میرے خیال میں یہ کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ اگر وہ آج کی تازہ ترین خبروں پر سیر حاصل تبصرہ کر چکی ہوں تو نیچے چلی آئیں۔" رمنا نے مسکرا کر تصحیح کی تھی۔

"میری امی تو یقیناً" ایک ہی غم میں گھلی جا رہی ہوں گی۔" زارا کے کہنے پر مہ وش نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"یہی کہ آفتاب نے باہر جا کر شادی کیوں کر لی؟ کیونکہ ان کے خیال میں خاندان کے کسی بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ اور ہینڈسم لڑکے پر سب سے زیادہ حق خاندان والوں کا ہوتا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ اس غم میں صرف تمہاری ہی نہیں اوروں کی امّیاں بھی گھلی جا رہی ہوں گی۔" مہ وش کے انداز پر زارا بے ساختہ ہنس پڑی تھی۔

"دادی اماں! اٹھ جایئے اب۔" رمنا نے جاتے جاتے دادی کو آواز لگائی۔

"کیوں کیا ہو گیا؟" سر سے پاؤں تک تنے خیمے میں سے دادی کی آواز ابھری تھی۔

"ہوا تو کچھ نہیں البتہ ہو جائے گا کیونکہ سونے سے پہلے جو گھوڑے گدھے آپ بیچنا بھول گئی تھیں وہ اپنے اصطبل سے باہر آ چکے ہیں۔" سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اس نے بلند آواز میں کہا تھا اور صحن میں بچھی کرسیوں پر براجمان جاوید اور شانی نجانے کیوں چونک پڑے تھے۔

دادی نے خیمے میں سے سر نکالا اور مندی مندی آنکھوں سے ماحول کا جائزہ لینے لگیں ہلکی' نرم سنہری دھوپ کب کی رخصت ہو چکی تھی۔ صحن میں ادھر ادھر بکھری چیزیں اس بات کی گواہ تھیں کہ سب بچے اپنے اسکول کالجز سے واپس آ چکے ہیں۔ **مثلاً** "تخت کے پاس ہی جاوید کے جوگرز پڑے تھے جن کے اندر سے جرابیں تقریباً" باہر ابل رہی تھیں۔ شیراز کی سائیکل برآمدے کی سیڑھیوں کے پاس پڑی تھی۔ بیٹ بال صحن کے عین وسط میں پڑے تھے۔ وکٹوں کے نام پر آغا صاحب کا حقہ ابھی تک اپنے فرائض نبھا رہا تھا۔ دادی اماں جل بھن گئی تھیں۔ اس ساری صورت حال سے۔

"ذرا سلیقہ طریقہ نہیں ان لڑکیوں میں سارے گھر میں کد کڑے لگاتی پھرتی ہیں مگر مجال ہے کہ رستے میں آئی چیز کو اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دیں اے زارا۔" انہوں نے بغیر دوپٹے اور بغیر جوتے کے کالج یونیفارم پر ڈھیلی ڈھالی جرسی پہن کر لاپروائی سے صحن میں گھومتی زارا کو پکارا لمبی چٹیا سے آزاد ہونے والے چھوٹے چھوٹے بالوں کو کانوں کے پیچھے اڑستی وہ دادی کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

"یہ رستے میں پڑی چیزیں کیا باہر سے کوئی آ کر اٹھائے گا۔ چلو جلدی سے ساری چیزیں سمیٹو۔"

"دادی! بس ایک منٹ ابھی آئی۔"

"نہ' نہ ابھی سے واپس پلٹو۔ یا پھر اٹھاؤں میں اپنی چپل۔" زارا نے ان کے تیور دیکھ کر کھسکنے کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا۔ تب دادی کی توجہ جاوید اور شانی کی طرف پلٹ گئی۔ ان دونوں کے درمیان غالباً" کینو کھانے کا مقابلہ ہو رہا تھا۔ یہ ہی وجہ تھی کہ ٹوکری میں سے لمحہ بہ لمحہ کینو غائب ہوتے جا رہے تھے اور فرش پر چھلکوں کے ڈھیر میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا۔ پاس کھڑا مجو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ان کو جن بھوتوں کی طرح کھاتے دیکھ رہا تھا۔ چھلکوں کا انبار جوں جوں بڑھتا جا رہا تھا مجو کا دم نکلتا جا رہا تھا۔

"اے مجو تم کیوں گوتم بدھ کی طرح ایک ہی جگہ جم گئے ہو؟" دادی کے کہنے پر گوتم بدھ متحرک ہو کر

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

روہانسے لہجے میں بولا تھا۔
"دادی دیکھیے ناں ان دونوں کو کینوؤں کا پورا ٹوکرا ختم کر گئے ہیں اور ڈکار تک نہیں لی۔"
"نہ تمہیں کس بات پر اعتراض ہے' ٹوکرا ختم کرنے پر یا ڈکار نہ لینے پر۔" شانی ذرا دیر سانس لینے کو رکا تھا۔
"اپنے محروم رہ جانے پر دیکھ لیجئے گا مجھ غریب کی آہ لگے گی آپ کو۔ ایسی بددعا دوں گا کہ۔"
"کیا؟" شانی چیخ اٹھا تھا۔
"تو ہمیں بددعا دے گا۔ یعنی کہ ہمیں اچھا دے ذرا بددعا۔" وہ اطمینان سے بازو چڑھانے لگا تھا۔
"دے دوں؟" مجو نے ڈرتے ڈرتے اجازت لی۔
"ہاں یار! اب دے بھی دو۔" جاوید نے اکتا کر کہا۔
"اللہ کرے ..... اللہ کرے آپ اور لمبے ہو جائیں۔" مجو نے کہہ کر دوڑ لگا دی تھی اور یہ تو وہ بددعا تھی کو لگے ہی جا رہی تھی' بلکہ اس سے چپک کر رہ گئی تھی اور یہ اس کے بے تحاشا لمبے قد کا کرشمہ ہی تو تھا کہ یونیورسٹی میں لڑکیاں یا تو اسے دیکھ کر مسکرا لگتی تھیں یا پھر "ایکسکیوزمی بھائی جان" کہہ کر آگے بڑھ جاتی تھیں۔ لہٰذا اس وقت وہ تاؤ کھا کر مجو کے پیچھے لپکا تھا اور شامت اعمال کہ مجو سیدھا کمرے سے نکلتی نمرہ سے جا ٹکرایا تھا۔
"فٹے منہ' تمہاری یہ بٹنوں جیسی آنکھیں تمہیں اللہ نے دیکھنے کو دی ہیں۔" وہ پہلے ہی بھری بیٹھی تھی۔
"ہاں تو میں نے کون سا قمیص پہ لگا رکھی ہیں' جسے دیکھو مجھے ہی ڈانٹنے چلا آتا ہے۔" مجو دلبرداشتہ ہو کر صحن کے عین وسط میں بیٹھ گیا تھا۔
"یہ لیں۔ بیٹھا ہوں یہاں مار لیں جتنا مارنا ہے۔"
اس نے شانی کو دعوت دی اور شانی کو اسے مارنا تھوڑی تھا۔ اس نے تو دور کھڑے ہو کر ہاتھوں سے گدگدی کا اشارہ ہی کرنا تھا اور مجو کو ہنستے ہنستے بے حال ہو جانا تھا اور چند لمحوں بعد یہ ہی ہوا تھا۔
"ارے بندر کی اولاد تو کیوں شتر مرغ جیسی گردن نکال کر ادھر ادھر جھانک رہا ہے چل ہٹ پیچھے۔"

دادی اماں نے دیوار پر آدھے سے زیادہ جھکے ہمسائیوں کے بچے کو لتاڑا جو مجو کی درگت بنتے دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔
"ابا! یہ دادی اماں آپ کو بندر کہہ رہی ہیں۔" بچے نے جھٹ گردن موڑ کر اپنے ابا کو اطلاع دی تو دادی اماں گڑبڑا گئیں۔
"میں نے ایسا کب کہا کم بخت۔"
"کیوں آپ نے ابھی مجھے بندر کی اولاد نہیں کہا۔" بچہ چہک کر بولا تھا۔
"ٹھہر جا تجھے تو میں ابھی بتاتی ہوں۔" دادی نے فوراً" سے پیشتر تخت کے پاس پڑے جوگرز سے استفادہ کیا تھا۔ وار بالکل نشانے پر گیا تھا اور بات کیہ اس وقت تک بچے کی جگہ اس کی ماں سنبھال چکی تھی اور اب اپنی ناک پکڑے دوہری ہوئی جا رہی تھی۔
"اوئی ماں! یہ کیا ہو گیا۔" شرمندگی کے مارے دادی اماں کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اپنا سر اتار کر بغل میں دبا لیں یا اپنے خیمے سمیت زمین میں سما جائیں۔ دوسری طرف تمام ہنگاموں سے بے نیاز نمرہ جاوید کی منت سماجت میں مصروف تھی۔
"جاوید بھائی! پلیز کل میرا بہت اہم ٹیسٹ ہے۔ یہ سوال سمجھا دیں نا؟" وہ اکنامکس کی کتاب ہاتھ میں پکڑے لجاجت سے کہہ رہی تھی۔
"سوری بھئی' میں مصروف ہوں۔" بڑا بے لچک انداز تھا۔ نمرہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔ دونوں ٹانگیں سامنے کرسی پر پھیلائے' سینے پہ ہاتھ باندھے' آنکھیں بند کئے وہ کرسی پر نیم دراز تھا۔ وہ کوشش کے باوجود جان نہ پائی تھی کہ موصوف کس کام میں "مصروف" ہیں۔
"جاوید بھائی پلیز۔" اسے لگا وہ ضرورت کے وقت گدھے کو بھائی بنا رہی ہے۔
"لڑکی! تم نے سنا نہیں۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔"
"تو مجھ سے لے لیں۔" نمرہ نے جھٹ اپنی گھڑی اس کے سامنے کی۔ جواباً" جاوید نے آنکھیں کھول کر کڑے تیوروں سے اسے گھورا تھا۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

"دیکھیں نا اگر میں نے ٹیسٹ نہیں دیا تو مس مجھے کلاس سے باہر نکال دیں گی۔"

"ہاہا.... ٹیسٹ دینے کی صورت میں بھی یہ ہی ہو گا۔" بڑی سنجیدگی سے قہقہہ لگایا گیا تھا۔

"ٹھیک ہے نہیں تو نہ سہی، میں بھی دادا جان سے شکایت لگاؤں گی آپ کی۔" اس نے دھمکی دی۔

"او اسٹوپڈ! تم نے ہمیں گدھا سمجھ رکھا ہے۔"

"جی نہیں میں گدھے کی شان میں یہ گستاخی نہیں کر سکتی۔" وہ جل کر رہ گئی تھی جاوید محترم یقیناً" اس وقت بڑی ترنگ میں تھے وگرنہ اس بات کا اسے "عملی" جواب مل چکا ہوتا۔

"محترمہ! آپ کے نانا محترم اپنے دیرینہ دوست کے ہاں دعوت پر گئے ہیں اور ان کی آمد کل صبح متوقع ہے ہاہاہا۔" جاوید نے گویا کل کی ڈانٹ کا پورا پورا بدلہ چکایا تھا۔ وہ اپنی جگہ خس ہو کر رہ گئی جانتی تھی اب کسی صورت اسے مجبور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جاوید اس کی رونی صورت سے حظ اٹھاتا گردن اکڑا کر پاس سے گزر گیا تھا۔

"اتنی مت اکڑائیے۔ گردن ٹوٹ جائے گی۔" وہ جل بھن کر کوئلہ ہوتی کچن میں مصروف مہ وش کے پاس آگئی تھی۔ جس نے سارا معاملہ جان لینے کے بعد اسے بڑے آرام سے مشورہ دیا تھا کہ وہ کل کالج سے چھٹی کر لے۔ جواباً" نمرہ کا چہرہ کھل گیا۔

"کمال ہے۔ مجھے پہلے یہ خیال کیوں نہیں آیا۔" اس نے فوراً" نقارہ بجا کر اپنی کل کی چھٹی کا اعلان کر دیا تھا۔ نتیجتاً گھر میں ہر طرف نقارے ہی نقارے بجنے لگے تھے گویا سب کی چھٹی پکی تھی۔

"چھٹی تو کر لی ہے مگر جاوید صاحب آپ کو مزہ ضرور چکھاؤں گی۔" نمرہ نے منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دل ہی دل میں مصمم ارادہ کیا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

وہ چاروں اس وقت برآمدے کی سیڑھیوں پر براجمان تھیں۔ مہ وش کی گود میں میگزین کھلا پڑا تھا اور وہ چاروں بہت انہماک سے فلمی اداکاروں اور اداکاراؤں پر تعریف و تنقید میں مصروف تھیں۔ تبھی بیرونی دروازہ ایک دھماکے سے کھلا تھا اور ہانپتا کانپتا مجو گرنے کے سے انداز میں گھر میں داخل ہوا تھا۔

"یا وحشت! کیا کتا پیچھے لگا ہے تمہارے؟" زارا نے ماتھے پر بل ڈال کر کہا۔

"نہیں مم۔ مرغا۔" مجو ہونق بنا ہوا تھا۔

"کیا تمہارے پیچھے مرغا لگا ہوا ہے یعنی۔"

"نہیں باجی! مرغا میرے پیچھے نہیں لگا میرے سینے سے لگا ہے۔" مجو نے فخریہ انداز میں کہا تھا۔

"کیا؟" ان چاروں نے حیرت سے اسے دیکھا۔ کپڑے میں لپٹی کوئی چیز اس نے دونوں بازوؤں میں بھینچ کر سینے سے لگا رکھی تھی۔

انہیں مشکوک ہوتے دیکھ کر مجو نے اپنی گز بھر لمبی زبان دانتوں تلے دبالی تھی گویا اس سے پہلے اس نے جو کچھ کہا وہ جلد بازی کا نتیجہ تھا۔

"اے مجو! سیدھی طرح بتا چکر کیا ہے؟" نمرہ اٹھ کر اس کی طرف بڑھی تو اس نے پوری قوت سے اوپر کی طرف دوڑ لگا دی تھی اور جاوید کے کمرے میں پہنچ کر ہی دم لیا تھا۔

"یقیناً" کوئی گڑبڑ ہے۔" زارا نے پرسوچ نظروں سے خالی سیڑھیوں کو دیکھا اس سے پہلے کہ وہ اس گڑبڑ کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرتیں بیرونی دروازہ کھول کر ایک بچہ اندر داخل ہو گیا تھا۔

"یہ وہی بندر کی اولاد ہے ناں؟" رمنا کے کہنے پر مہ وش نے پوری قوت سے اس کا پاؤں دبایا تھا۔

"باجی! آپ نے ہمارا مرغا تو نہیں دیکھا۔" لڑکے نے بڑی ہوشیاری سے چاروں طرف کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں بھائی! جب تمہارا مرغا سامنے آتا ہے ہم آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔" زارا نے بڑے پیار سے جواب دیا تھا۔

"مرغا۔" شہزینہ کی آنکھیں ایک لمحے کے لیے سکڑنے کے بعد پھیلی تھیں اس کے معنی خیز لہجے پر سب نے بے اختیار سر اٹھا کر سیڑھیوں کے خاتمے پر بند دروازے کو دیکھا تھا۔

"نن، نہیں بھیا! ہم نے نہیں دیکھا۔" رمنا نے

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

فورا" اسے ٹالنا چاہا۔ تبھی مجو ہاتھ جھاڑتا ہوا بڑے اطمینان سے واپس آیا تھا۔

"مجو بھائی! آپ نے ہمارا مرغا تو نہیں دیکھا؟" ارکے نے فورا" اس سے پوچھا۔

"ہاں دیکھا ہے۔" مجو کی ایمانداری پر بچے کے ساتھ ساتھ لڑکیاں بھی حیران رہ گئی تھیں۔

"کہاں ہے؟"

"ہانڈی میں۔ مم.... میرا مطلب ہے ہانڈی میں پانی ڈال کر ایک ہزار مرتبہ مرغا بولو وہ جہاں کہیں ہو گا تمہیں پانی میں نظر آجائے گا۔"

"مجو بھائی سچ کہہ رہے ہو نا؟"

"آزمائش شرط ہے۔" مجو کا لہجہ پر یقین تھا۔ لڑکا فٹافٹ باہر بھاگ گیا تھا۔

"مجو میاں! سیدھی طرح بتا دو اصل بات کیا ہے؟" شہرینہ نے کڑے تیوروں سے اسے گھورا تھا مگر وہ پراسرار مسکراہٹ چہرے پہ لیے ڈھیٹ بنا رہا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

کھلا صحن اس وقت مکمل خاموشی اور اندھیرے کی زد میں تھا۔ بزرگ حضرات کھاپی کر اپنے اپنے بستروں میں دبک گئے تھے۔ لڑکے سارے کے سارے ہال کمرے سے جا چکے تھے۔ البتہ لڑکیاں ابھی تک ہال کمرے میں موجود تھیں اور خاصی بے چین بھی تھیں۔ وجہ لڑکوں کی پراسرار سرگرمیاں تھیں کہ نہ تو آج دیر تک ٹی وی کے سامنے نشست جمی تھی اور نہ ہی حسب عادت انہیں چڑانے کے لیے کھانے میں طرح طرح کے نقص نکالے گئے تھے۔ پہلے تو سب کا یہ ہی خیال تھا کہ شاید ضیا حسن کی وجہ سے رعایت برتی گئی ہے مگر جس طرح مجود بے یاؤں کچن سے کمرے اور کمرے سے کچن تک کے چکر لگا رہا تھا ان کا مشکوک ہونا لازم تھا۔ انہوں نے چٹائی پر گدے ڈال کر لحاف بھی یہیں رکھ لیے تھے کیونکہ دادا جان آج گھر پہ نہیں تھے۔ اس لیے ان کا ارادہ رات گئے تک ٹی وی دیکھنے کا تھا جب کہ عام حالات میں ٹی وی خبرنامے کے بعد بند کر دیا جاتا تھا۔

"یار! کچھ پتا لگاؤ یہ ہو کیا رہا ہے؟" نمرہ سب سے زیادہ بے چین تھی۔

"تو پھر آؤ میرے ساتھ۔ تم سب لوگ یہیں رک کر ہمارا انتظار کرو گی۔" مہ وش نے پہلے شہرینہ اور پھر باقی لڑکیوں کو مخاطب کر کے کہا تھا۔

"سنو' احتیاط سے یہاں کھڑی رہنا' جیسے ہی کوئی خطرہ محسوس ہو فورا" الو کی آواز نکال کر مجھے سگنل دے دینا۔" مہ وش نے شہرینہ کو سیڑھیوں کے ساتھ دیوار سے لگ کر کھڑی ہونے کی ہدایت دی وہ خود کو اس وقت جیمز بانڈ کی جانشین تصور کر رہی تھی۔

"لیکن مجھے کیا معلوم الو کی آواز کیسے نکالتے ہیں؟" شہرینہ کی سرگوشی نے اسے چڑا کر رکھ دیا۔

"ایسے ہی جیسے اب نکال رہی ہو۔" مہ وش کہہ کر آہستگی سے سیڑھیاں چڑھنے لگی جبکہ شہرینہ نے اپنی پوزیشن سنبھال لی تھی اوپر جا کر مہ وش نے دائیں بائیں دیکھ کر تسلی کی اور اس کے بعد دروازے سے کان لگا دیا یہ کمرہ جاوید کا تھا اور گھر بھر کے لڑکوں کی اوٹ پٹانگ سرگرمیوں کا مرکز بھی۔ کمرے سے بھنبھناہٹ کی آواز تو آ رہی تھی مگر کوئی بھی بات ڈھنگ سے سنائی نہ دی تھی۔ مہ وش نے زچ ہو کر کی ہول سے آنکھ ٹکا دی تھی اور ابھی کمرے کا منظر پوری طرح واضح بھی نہ ہوا تھا جب اچانک اس کی کلائی کسی مضبوط ہاتھ کی گرفت میں آ گئی تھی۔ وہ بری طرح بوکھلا کر پلٹی تھی۔

کوئی سیاہ رنگ کا دیو تھا جو عین اس کے سامنے کھڑا تھا اور مہ وش بی بی کا دل گردہ کوئی سیمنٹ، بجری یا ماربل سے تو نہ بنا تھا جو اس خوفناک' ہیبت ناک اور دہشت ناک بلا کو اپنے سامنے پا کر بھی اپنے قدموں پہ کھڑی رہتیں' سو منہ سے بغیر کوئی آواز نکالے موصوفہ اس سیاہ بھوت کے قدموں میں سجدہ ریز ہو چکی تھیں اور بلیک جینز اور بلیک ہی جیکٹ میں ملبوس ضیا حسن اس کی کلائی ہاتھ میں پکڑے ہکا بکا رہ گیا تھا۔ وہ تو ابھی ابھی چھوٹی چچی سے گپ شپ لگا کر باہر نکلا تھا جن کا کمرہ اوپر ہی تھا۔

اندھیرے میں وہ جان ہی نہ پایا تھا کہ جاوید کے کمرے کے سامنے کون اس وقت کن سوئیاں لے رہا

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

ہے اور اب جب وہ بے ہوش وجود عین اس کے سامنے پڑا تھا اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ کچھ ثانیے بعد حواس قابو میں آئے تو وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا کچن کی طرف گیا تھا۔

"کاش میرے بس میں ہوتا تو میں بزدلی اور بدحواسی کی دستار فضیلت سے اس لڑکی کو ضرور نوازتا۔" اس نے عجلت میں پانی کا گلاس بھرا اور واپس بھاگا مگر وہاں پہنچ کر اس کے ہاتھوں پیروں کے طوطے چڑیاں پھر سے اڑ گئے تھے جائے وقوعہ کسی بے ہوش تو کیا باہوش وجود سے بھی عاری تھا۔

"یا اللہ کیا میں پاگل ہو گیا ہوں۔" اس نے خالی زمین کو گھورتے ہوئے بڑے تفکر سے سوچا تھا۔

"ارے ضیا! تمہیں کیا ہوا بھئی۔" جاوید اچانک دروازہ کھول کر باہر نکلا تھا۔

"کچھ نہیں یار! بس میں تمہاری طرف ہی آرہا تھا۔" وہ بمشکل خود کو نارمل کر کے کمرے میں داخل ہوا تھا جہاں اس وقت مجو کو شدومد سے کمرے سے باہر بھیجا جارہا تھا۔

"جاوید بھائی میں بھی۔" اس نے مسمسی صورت بنا کر جاوید سے گزارش کی تھی۔

"بیٹا! تمہاری فلمیں دیکھنے کی عمر نہیں ہے۔" جاوید نے بڑے پیار سے اسے سمجھایا تھا۔

"فلم دیکھنے کے لیے کون مرا جارہا ہے جاوید بھائی! میں تو اس ککڑ کی بات کر رہا ہوں۔"

"یار! تجھے ککڑ بھی ملے گا مگر فی الحال تیری ڈیوٹی یہاں نہیں وہاں ہے۔" بڑے چچا کے عفان نے لحاف مجو کے ہاتھوں میں تھمایا اور اسے باہر کا رستہ دکھایا۔

"مگر۔" مجو نے کوئی اعتراض کرنا چاہا تھا جب جاوید نے چپکے سے پچاس کا نوٹ اس کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔

"بھائی میرے! بس تھوڑی دیر کی بات ہے۔ گھڑی بھر میں سب لوگ اپنی اپنی جگہ غافل ہو جائیں گے پھر کمرے میں آجانا تجھے تو معلوم ہے ناں اگر ابا کو معلوم ہو گیا کہ ہم دی سی آر دیکھ رہے ہیں تو وہ خوامخواہ ناراض ہو جائیں گے۔"

"اچھا بھائی! جارہا ہوں میں۔" مجو مجبوراً باہر نکل کر چوکیداری کے فرائض سرانجام دینے لگا تھا اور باقی لڑکوں نے کمرے میں اپنی کشتیاں سنبھال لی تھیں۔

♥ ♡ ♡ ♥

"زارا! کیا اس موسم میں تربوز ہوتے ہیں۔" نمرہ نے جھک کر زارا کے کان میں سرگوشی کی۔

"نہیں بھئی' یہ تربوزوں کا موسم نہیں۔"

"مگر کھڑکی کے عین سامنے ایک تربوز موجود ہے۔" نمرہ نے اصرار کیا تو زارا بھی اچک کر میز پر سوار ہو گئی تھی اور کھڑکی کے اندر جھانکا تھا۔

"بے وقوف! یہ تربوز نہیں' جاوید بھائی کا سر ہے۔" وہ دوبارہ نیچے اتر آئی۔

"اچھا پھر اس کے ساتھ ایک گرما بھی موجود ہے جو یقیناً" عفان کا سر ہے۔" نمرہ نے ایک بار پھر کھڑکی میں جھانک کر انہیں رپورٹ دی۔

"ٹھیک ہے' آگے دیکھو۔" شہزینہ نے بے چینی ظاہر کی۔

"اس کے بعد' ہاں اس کے بعد کسی کی ٹانگیں شروع ہو گئی ہیں۔"

"اچھا' اس کے بعد۔؟"

"اس کے بعد بھی ٹانگیں ہی ہیں۔"

"اچھا بھئی معلوم ہو گیا کہ یہ شانی ہے' آگے بول۔"

"اوئی اللہ' یہاں تو ککڑ بھی ہے۔" نمرہ کی آواز میں خاصی حیرت تھی۔

"پھپھڑ' پھپھڑ کس سا۔؟" زارا کی حیرت دگنی تھی۔

"شاید روسٹ کیا گیا ہے۔؟"

"پھپھڑ کو روسٹ کیا گیا ہے۔؟" شہزینہ کو نمرہ کی ذہنی حالت پر شبہ ہونے لگا تھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔؟" بھاری گونج دار آواز نے انہیں چونکا دیا تھا۔

"اوہ گاڈ' دادا جان' یہ آپ ہیں۔ مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا۔؟" نمرہ شہزینہ کا سہارا لے کر میز سے نیچے کودی تھی۔

"بیٹا! کانوں پر یقین آئے گا بھی نہیں کیونکہ یہ سننے

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

کے لیے ہیں، دیکھنے کو اللہ تعالیٰ نے آنکھوں سے نوازا ہے۔"

"مگر دادا جان! آپ اس وقت واپس کیسے آگئے۔؟"

"بھئی ابھی تو وہاں چائے کا دور چل رہا تھا اور صرف دس ہی تو بجے ہیں۔ وہ لوگ تو رات وہیں ٹھہرانا چاہتے تھے مگر مجھے اجنبی جگہ پر نیند کہاں آتی ہے۔ سو معذرت کر کے چلا آیا مگر تم لوگ یہاں کیا کر رہی ہو۔؟" ان کے پوچھنے پر سب نے فوراً" انہیں آگاہ کیا کہ بھائی لوگ نہ صرف وی سی آر پر فلم دیکھ رہے ہیں بلکہ چوری کا مرغ بھی اڑا رہے ہیں۔" نمرہ نے خوب مرچ مسالہ لگا کر اپنے دل کی بھڑاس نکالی تھی جبکہ مہ وش اور رمنا ان تینوں کو منع ہی کرتی رہ گئی تھیں۔ انہیں معلوم تھا دادا جان ایسی خرافات پہ کس قدر ناراض ہوتے ہیں اور اب بھائیوں کی درگت بننے کا سوچ کر ہی وہ پریشان ہو گئی تھیں۔

"ہاں تو انہیں چاہیے تھا ناں کہ ہمیں اعتماد میں لے کر سارا پروگرام تیار کرتے۔" نمرہ خود کو حق بجانب سمجھتی تھی اور جس وقت دادا جان نے پہلی سیڑھی پہ قدم رکھا تھا۔ اونگھتا ہوا مجو ایک دم ہی ہوشیار ہو گیا تھا۔ چھڑی کی ٹک ٹک نے اسے ہولا کر رکھ دیا تھا۔

"مارے گئے۔" وہ لحاف وہیں چھوڑ کر کمرے میں بھاگا۔

"آ..... با..... آ....." مارے گھبراہٹ کے وہ کچھ بول ہی نہ پایا۔

"یار! یہ کون سا وقت ہے حروف تہجی یاد کرنے کا۔" عفان کو اس کی آمد خاصی ناگوار گزری تھی جبکہ جاوید اپنی جگہ ٹھٹھک کر رہ گیا تھا۔

"وہ..... وہ..... دا..... دا۔"

"کیا..... دادا جان۔؟" ہر کوئی اپنی جگہ اچھل پڑا تھا۔ جاوید نے سب سے پہلے اٹھ کر ٹی وی کا سوئچ آف کر کے وی سی آر کو ٹھکانے لگایا تھا۔ عفان وارڈ روب کے اندر گھس گیا تھا۔ شانی نے بھاگ کر بیڈ کے نیچے پناہ لینی چاہی تھی مگر حسب معمول اس کا دراز قد آڑے آگیا تھا۔ ضیا حسن کمبل اوڑھ کر سوتا بن گیا تھا۔ جاوید کے ہاتھ میں جائے نماز آگئی تھی سو وہ وہیں سجدے میں گر کر اپنے گناہوں کی بخشش کی دعا کرنے لگا تھا۔ (وقت ہی ایسا تھا۔)

دادا جان نے کمرے میں داخل ہو کر بغور ہر چیز کا جائزہ لیا تھا۔ ان کے ساتھ ساتھ نمرہ، شہزینہ اور زارا شرارتی نظروں سے سب کو دیکھ رہی تھیں۔ مہ وش اور رمنا کے چہروں پر البتہ رحم کے تاثرات خاصے نمایاں تھے۔ تب ہی جاوید سلام پھیر کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ دادا جان کو دیکھ کر چونکنے کی اداکاری خاصی شاندار تھی۔

"ہاں بھئی برخوردار! کیا ہو رہا ہے۔؟"

"دادا جان! نماز پڑھی جا رہی تھی۔"

"ماشاءاللہ۔" دادا جان نے نثار ہونے والی نظروں سے اپنے عبادت گزار پوتے کو دیکھا۔

"بیٹا! نماز پڑھنا اچھی بات ہے مگر اس کے لیے قبلہ رخ ہونا شرط ہے۔" ان کے طنزیہ لہجے پر جاوید کا دل ڈوب مرنے کو چاہا تھا مگر چونکہ سردیوں کا موسم تھا اس لیے باز رہا۔

"اور شانی بیٹا! پردہ تمہارے پاؤں چھپانے سے قاصر ہے اس لیے باہر تشریف لے آؤ۔" شانی صاحب دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر برآمد ہوئے تھے۔

"ہاتھ نیچے کرو، اول نمبر کے گدھے ہو تم۔" دادا جان ڈپٹ کر بولے تھے۔

"دادا! گدھے اتنے لمبے نہیں ہوتے۔" نمرہ نے فوراً" احتجاج کیا۔

"اور اونٹ اتنے بے وقوف نہیں ہوتے۔" یہ جملہ زارا نے کہا تھا۔

"اور کون کون ہے یہاں۔؟" دادا کی آواز کمرے میں گونجی تھی۔

"دادا جان! میں سو رہا ہوں۔" کمبل میں سے آواز آئی تھی۔

"اور میں باہر آرہا ہوں۔" عفان کپڑوں کے ڈھیر سے برآمد ہوا تھا اور اس کے بعد جو ڈانٹ پڑی سو

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

پڑی۔ عظیم صدمے کا سامنا تو اس وقت کرنا پڑا جب روسٹ مرغ، چپس کی بڑی سی پلیٹ اور گرما گرم چائے کا تھرمس میز پر سے اٹھا کر لڑکیوں کے حوالے کردیا گیا تھا۔

"ڈگرو جی۔" شانی تیورا کر جاوید کی گود میں گرا تھا۔

"اوہو، فوجیں مرغے کھائیں گی۔"

"فوجیں فلمیں دیکھیں گی۔"

"فوجیں چپس بھی کھائیں گی۔" لڑکیاں ان کی صدمے سے پھٹی پھٹی آنکھوں کے سامنے ایک ایک چیز گھماتی باہر نکل گئی تھیں۔ دروازہ بند ہونے پر دروازے کے عقب میں چھپا مجو بھی سامنے آگیا تھا اور وہ چاروں اپنے گھونسوں سمیت اس کی طرف لپکے تھے۔

"امی جی۔" مجو نے دہائی دی تھی اور پھر وہیں بیٹھتا چلا گیا تھا۔

......*

"وہ انتہا کی مناسب قدوقامت کا مالک تھا۔ نہ زیادہ لمبا نہ ٹھگنا۔ نہ موٹا، نہ بہت دبلا پتلا۔ آنکھیں سبز تھیں یا شاید نیلی۔ بال البتہ سنہری اور گھونگریالے تھے۔ رنگت یوں دمک رہی تھی جیسے گندم کی پکی ہوئی سنہری بالیوں پر دھوپ کا عکس پڑ رہا ہو۔ آرمی یونیفارم میں وہ مضبوط قدم اٹھاتا میری طرف آیا اور انتہائی شائستہ و مہذب لہجے میں کہنے لگا۔

"محترمہ! آپ بھی اپنی فرینڈز کے ساتھ کھڑی ہوجائیں۔ تصویر میں بنا دیتا ہوں۔"

"اور تم نے کہا ہوگا، نو سر پلیز، آپ وہاں کھڑے ہوجائیں۔ تصویر "میں" بنالوں گی۔"

"اوہیں، سنو تو سہی۔" رمنا نے فوراً زارا کو جھڑک دیا۔ وہ اس وقت اپنے کالج ٹرپ کی روداد انہیں سنا رہی تھی۔

"پھر میں نے کیمرہ اسے تھمادیا اور خود اپنی فرینڈز کے ساتھ جا کر کھڑی ہوگئی۔"

"پھر اس نے تصویر کھینچ دی۔؟" نمرہ نے اشتیاق سے پوچھا۔

"تم کہاں بھئی، وہ تو کیمرہ ہاتھ میں لے کر چلتا بنا۔ میں بگٹٹ اس کے پیچھے بھاگی۔" تب محترم ڈرامائی انداز میں کہنے لگے۔

"یہاں تصویر کھنچوانا منع ہے۔ بس پھر وہ کم بخت ایسا ڈھیٹ بنا کہ ہزار منتیں کرنے کے بعد ہی کیمرہ ہمیں تھمایا۔" بات کے اختتام پر لڑکیوں کے منہ بن گئے تھے۔

"ویسے جس انداز میں تم اس کا حلیہ بیان کررہی تھیں وہ مجھے فوجی کم اور شازیہ چوہدری کے ناول کا ہیرو زیادہ لگ رہا تھا۔" شہزینہ نے اپنی پسندیدہ مصنفہ کا نام لیا۔ تب ہی کھڑکی میں سے شیراز کا چہرہ نمودار ہوا۔

"دادی اماں پوچھ رہی ہیں، کیا اس گھر کی لڑکیوں کو باتیں مٹھارنے کے سوا اور کوئی کام نہیں آتا۔"

"نہیں۔" رمنا نے جواب دے کر نیا قصہ شروع کردیا تھا جبکہ شیراز نے جواب آگے پارسل کردیا تھا۔

"دادی کہہ رہی ہیں، باہر نکلو، میں کام سکھاتی ہوں تمہیں۔" شیراز دوبارہ کھڑکی میں نمودار ہوا۔

"اُفوہ! بکواس نہیں کرو۔" شیراز کی مداخلت نے سارے واقعے کا مزہ کرکرا کردیا تھا اس لیے زارا کا چڑنا لازم تھا۔ شیراز نے حیرت سے منہ کھول کر اسے دیکھا اور وہی جواب من و عن دادی کے سامنے دہرایا۔

"دادی کہہ رہی ہیں، کیا بات کرنے کی تمیز بھی نہیں رہی۔؟" شیراز نے کھڑکی سے جھانک کر دادی کا سندیسہ ان کو دیا۔ نمرہ بی واقعے میں اس قدر محو تھیں کہ شیراز کی بات سنے بغیر جھڑک کر رکھ دیا۔ وہ بے چارہ حیران پریشان، قدرے شرمندہ سا ہوکر دادی کی طرف پلٹا۔

"دادی! وہ کہہ رہی ہیں، زیادہ تمیز سکھانے کی ضرورت نہیں۔ ٹانگیں توڑ کے رکھ دوں گی۔"

"اوئی ماں۔" دادی کا کلیجہ دہل کر رہ گیا۔

"اے بہو! آج کیا ہوگیا ہے لڑکیوں کو۔ میں کوئی دیواریں، چھتیں پھلانگتی پھرتی ہوں جو میری ٹانگیں توڑ کے رکھ دیں گی۔ اے میں تو پہلے ہی چلنے پھرنے سے معذور ہوں۔" دادی اماں بے چاری دہائیاں دینے لگیں۔ جاوید کی امی اپنی جگہ شرم سے پانی پانی ہوگئی تھیں۔ شدید غصے کے عالم میں الٹی سیدھی چپل پہن

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

کروہ کمرے کی جانب دوڑیں اور وہاں جا کر وہ لتے لیے کہ اگلے پچھلے تمام حساب بے باق کر دیے اور کچھ لمحوں بعد ہی پانچوں کی پانچوں افتاں و خیزاں دادی سے معافی مانگنے کو بھاگی تھیں۔

......*

"دادا جان نے کہا ہے' رمضان آرہا ہے۔ تیاری کرلیں۔" مجو کی آواز پر شانی ایک دم بوکھلا گیا تھا۔

"کیا مطلب؟ کیا وہ جیل سے واپس آگیا۔؟"

"لاحول ولا..... کبھی تو ڈھنگ کی بات کرلیا کریں بھائی۔" مجو نے گھی کا ٹین تخت پر رکھا "میں اس رمضان کی بات۔ کر رہا تھا جس میں روزے رکھے جاتے ہیں۔" اس کی بات سن کر شانی اطمینان سے بیٹھ گیا تھا۔

"اور مہ وش باجی! انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ پہلی افطاری اور پہلی سحری زبردست قسم کی ہونی چاہیے۔" مجو نے پاس سے گزرتی مہ وش کو بتایا تو وہ ٹھٹھک گئی۔

"یہ داداجان نے کہا تھا۔" لہجہ و انداز دونوں مشکوک تھے۔

"ہاں تو اور کیا۔؟" مجو لاپروائی سے کہہ کر چلتا بنا تھا۔

"مہ وش بٹی! کل شاید پہلا روزہ ہو جائے' تم یوں کرو جو سودا سلف منگوانا ہو ایک دفعہ لسٹ بنا دو' میں لیتا آؤں گا۔" ابا کے کہنے پر مہ وش اثبات میں سر ہلا کر کچن میں چلی گئی تھی اور واقعی جب اگلے روز پہلے روزے کا اعلان کیا گیا تو وہ سب کچن میں چلی آئیں۔ چونکہ پہلا روزہ تھا اس لیے یہ خدشہ بھی تھا کہ اگر وقت پر آنکھ نہ کھلی تو ایک افراتفری سی مچ جائے گی۔ ماشاء اللہ بھرا پرا گھر تھا اور اس پر کچن بھی ایک ہی استعمال کیا جاتا تھا کیونکہ الگ الگ پکانے کا اس گھر میں رواج نہ تھا۔ سب کے لیے ایک جیسا پکتا اور سب ایک دسترخوان پہ مل بیٹھ کر کھاتے تھے۔ سو اتنے سارے افراد کی سحری عین اس وقت تیار نہیں کی جاسکتی تھی۔

مہ وش نے اپنی ذمہ داری سنبھالتے ہوئے سب میں یکساں کام تقسیم کر دیے تھے اور رات کا کھانا کھا لینے کے بعد سحری کا انتظام اس طرح مکمل کیا گیا تھا کہ صبح اٹھ کر صرف پراٹھے بنانے کا کام رہ جاتا تھا۔ صبیحہ بیگم اور بڑی چچی شائستہ اس دوران کچن کے چکر لگا کر انہیں ہدایات سے نوازتی رہی تھیں اور رات کو جب وہ سونے کے لیے کمرے میں آئیں تو خاصی تھک چکی تھیں۔

"یار! کھیر کو پکاتے پکاتے تو میرا اپنا کباڑا ہو گیا ہے۔" زارا کمر پہ ہاتھ رکھے کھڑی تھی۔ سحری کے لیے سب کی کھیر کی فرمائش تھی اور اس گھر میں خالصتاً" دیسی طریقے سے کھیر پکائی جاتی تھی' خوب ڈھیر سارا دودھ ڈال کر۔

"اور اتنے سارے کباب بنانا بھی کوئی آسان کام تو نہیں۔" نمرہ نے فوراً" کہا تھا

"اچھا اب سو جاؤ۔ صبح وقت پر اٹھنا بھی ہے۔" مہ وش نے انہیں ٹوکا اور خود بھی لحاف میں گھس گئی۔ باقی سب نے بھی اپنی جگہ سنبھالنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ مگر کتنی ہی دیر کروٹیں بدلنے کے بعد بھی نمرہ پر نیند کی دیوی مہربان نہیں ہوئی تھی۔ تب ہی اسے خیال آیا کہ شام کو کچن میں کام کرتے ہوئے انہوں نے پچھلے لان میں کھلنے والی کھڑکی کھول دی تھی۔ بعد میں معلوم نہیں کسی نے بند بھی کی یا نہیں۔ اسے ایک دم فکر لاحق ہو گئی۔ موسم بے حد ٹھنڈا ہونے کے باعث انہوں نے تمام ڈسٹنز فرج سے باہر ہی رکھی تھیں۔ اگر وہ کھڑکی کھلی رہ جاتی تو یقیناً" صبح انہیں خالی برتن منہ چڑاتے ہوئے ملتے۔ وہ آہستگی سے اٹھ بیٹھی۔

تمام روشنیاں بجھا دی گئی تھیں۔ صرف ان کے کمرے میں زیرو پاور کا بلب روشن تھا۔ اندھیرے میں جاتے ہوئے اسے اچھا خاصا ڈر لگ رہا تھا مگر کسی اور کو نیند سے جگانا بھی کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا سو وہ خود ہی دل کڑا کر کے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ دبے پاؤں چلتے ہوئے وہ کچن کے دروازے تک آئی تھی اور اندر ہوتی کھٹ پھٹ نے اسے بوکھلا دیا تھا۔ یقیناً" کھڑکی کھلی تھی اور چٹوری بلی ان کی ساری محنت برباد کر رہی تھی۔ اس نے جھپٹ کر دروازے کا ہینڈل پکڑ کر گھمایا

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

اور اس کے ساتھ ہی اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا۔ دروازہ اندر سے بند تھا اور ظاہر ہے بلی سے یہ تو توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ کچن میں دروازے کو کنڈی لگا کر بیٹھی ہو۔

"تو کیا چور' ڈاکو۔؟" اندر سے ہلکی ہلکی سرگوشیوں کی آواز اس کے خیال کو تقویت دے رہی تھی۔ اسے لگا اس کے حواس یکلخت اڑ گئے ہیں اور ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ رہے ہیں۔

"نہیں' نہیں۔ مجھے اس موقعے پر کمزور نہیں پڑنا چاہیے۔ مجھے کچھ کرنا چاہیے۔" اس نے خود کو مضبوط کرنے کی کوشش کی۔

"مجھے زور سے چیخنا چاہیے تاکہ سب گھر والے میری آواز سن کر یہاں جمع ہو سکیں لیکن نہیں اگر ان سے پہلے یہ کمبخت ڈاکو برآمد ہو گئے تو میرا قصہ تو یہیں تمام ہو جائے گا۔" اس نے ہاتھ ملتے ہوئے اپنے خیال کو رد کیا اور اس سے پہلے کہ کوئی نیا خیال اسے سوجھتا۔ دروازے کے پیچھے قدموں کی آواز ابھر آئی تھی۔

"نمرہ جان! تمہارا تو آخری وقت آگیا ہے۔" وہ کلمہ پڑھتے ہوئے بے اختیار ہی دو قدم پیچھے ہٹی تھی۔ تب ہی اس کا پاؤں کسی چیز سے ٹکرایا۔ اس نے جلدی سے جھک کر دیکھا۔ یہ غالباً "شیراز کا بیٹ تھا۔ جو نمرہ کو اس وقت غیبی امداد محسوس ہوا تھا۔ اس نے مضبوطی سے بیٹ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھاما اور دیوار کے ساتھ چپک کر کھڑی ہو گئی۔ دروازہ کھلنے کی آواز کے ساتھ ہی اس کا دل اچھل کر حلق میں آرہا تھا۔ پہلا چور بڑی شان سے باہر نکلا تھا۔ نمرہ کوشش کے باوجود اپنے ہاتھوں کو حرکت نہ دے سکی تھی۔ اس کے پیچھے دوسرا چور اس قدر لمبا تھا کہ نمبر کے ہاتھ میں پکڑا بیٹ اس کے سر تک ہی نہیں سکتا تھا۔ تیسرے چور کے برآمد ہونے تک نمرہ نے اپنا سانس روک کر بیٹ اوپر اٹھا لیا تھا۔ اس نے لرزتی ٹانگوں پہ بمشکل اپنے وجود کو سہارا دیا اور پھر اللہ کا نام لے کر بیٹ اس قوت سے گھمایا کہ اگر وہ اس وقت میدان میں ہوتی تو گیند اسٹیڈیم سے باہر جا چکی ہوتی۔ نشانہ تو خیر یہاں بھی خطا نہ گیا تھا اور بیٹ ٹھاہ کی آواز کے ساتھ ایک قدرے منحنی سے وجود سے ٹکرایا تھا جو لمحے بھر میں زمین پر ڈھیر ہو گیا تھا۔ اب معلوم نہیں یہ خوف کا اظہار تھا یا خوف کا۔ بہرحال نمرہ کے لبوں سے ایک چیخ تو برآمد ہوئی تھی جسے بروقت منہ پر ہاتھ رکھ کر روک دیا گیا تھا اور ہاتھ جس کسی کا بھی تھا بہرحال نمرہ کا ہرگز نہیں تھا اور اس سے پہلے کہ محترمہ نمرہ احسان کی روح قفس عنصری سے پرواز کرتی' چخ کی آواز کے ساتھ ہر طرف روشنی پھیل گئی تھی۔ سامنے کھڑے چور پہ نظر پڑتے ہی نمرہ کے ہاتھ سے بیٹ چھوٹ گیا تھا۔ نتیجتاً چور صاحب نمرہ کو چھوڑ کر دونوں ہاتھوں میں اپنا پاؤں تھام کر گول گول چکرانے لگے تھے۔

نمرہ حیرت سے بت بنی ڈھیٹ بن کر مسکراتے ہوئے جاوید' شرمندہ شرمندہ سے شانی' کھسیائے ہوئے ضیا' گھومتے ہوئے عفان اور چاروں شانے چت زمین پر گرے مجو کو دیکھ رہی تھی۔

"بھئی' میں تو مہمان ہوں' ہو سکتا ہے۔ میری موجودگی میں یہ ٹھیک طرح سے تم لوگوں کی انسلٹ نہ کر پائیں۔ اس لیے میں چلتا ہوں۔" ضیا حسن سب سے پہلے کھسکتا بنا تھا۔

"ہائے' باجی جی!۔ پہلے ہی انہوں نے زبردستی مجھے کھیر کا سارا ڈونگا کھلایا تھا۔ اوپر سے آپ نے بھی کسر نہیں چھوڑی۔" زمین پر استراحت فرماتے مجو نے دہائی دی۔

"نوجیں کباب بناتی ہیں۔"

"نوجیں کھیری بناتی ہیں۔"

"نوجیں کچرپلا چھپاتی ہیں۔" عفان اور شانی مجو کو لیے وہاں سے رفو چکر ہو گئے تھے۔

"منہ بند کریں' اتنی حیرت بھی اچھی نہیں ہوتی۔" وہ ڈھیٹ بن کر عین اس کی آنکھوں کے سامنے آکر مسکرایا تھا۔ اس کے گویا سارے سیل ہی ڈیڈ ہو گئے تھے۔ مرے مرے قدم اٹھاتی وہ کچن میں داخل ہوئی اور بڑے صدمے کے عالم میں برتنوں کو دیکھنے لگی جو آدھے سے زیادہ خالی ہو چکے تھے۔

"اگر آپ کی ہمت ساتھ نہ دے رہی ہو تو میں دادا

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

جان کو بلا لاؤں۔" جاوید نے دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں ڈالتے ہوئے سنجیدگی سے اپنی خدمات پیش کیں۔

"کچھ تو کہیے محترمہ! آپ کی غیر معمولی خاموشی سے ہمارا دل ہولنے لگا تھا۔" وہ خاصا متفکر لگ رہا تھا۔

"مم ـــــ مجھے رونا آرہا ہے۔" اس کے حلق سے پھنسی پھنسی آواز برآمد ہوئی تھی۔

"رولیجیے، مجھے چپ کرانا آتا ہے۔"

"شاید، میں بے ہوش ہونے والی ہوں۔" سابقہ خوف اور موجودہ صدمے نے اسے نڈھال کردیا تھا۔

"شوق سے ہوجائیے، میرے پاس اسٹریچر کا بندوبست بھی ہے۔" اس نے اپنے مضبوط بازو اس کی طرف بڑھائے اور نمرہ نے فوری طور پر چمچہ اٹھا کر اس کے پھیلے ہوئے ہاتھ پہ دے مارا تھا۔

"اف اتنی محنت کی تھی ہم نے۔ آپ کو شرم نہیں آئی۔" اس کا غصہ رفتہ رفتہ جاگ رہا تھا۔

"آئی تھی مگر پاس سے گزر گئی۔" بہت معصومیت سے جواب دیا گیا تھا۔

"جی ہاں پہلے وہ گزری تھی۔ اب آپ گزریں گے وہ بھی اس دنیا سے۔" وہ ایکدم کفگیر ہاتھ میں لے کر اس پر حملہ آور ہوئی تھی اور جاوید اس کا ارادہ بھانپ کر لانگ جمپ کا عظیم ترین مظاہرہ کرتے ہوئے کچن کے دروازے سے باہر آیا تھا تو پھر رکا نہیں تھا اور نمرہ بی بی نے فی الفور تنہا رونے کا ارادہ ملتوی کردیا تھا۔

"اکیلے رونے سے کیا فائدہ، سب کو جگاتی ہوں تاکہ اکٹھے مل کر رو سکیں۔" وہ پلکیں جھپک جھپک کر آنسو روکتی کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

*_*_*

"کیا مصیبت ہے کوئی سوٹ نہیں مل رہا آج شام پہننے کو۔" نمرہ دھپ سے صبیحہ بیگم کے پاس تخت پر آبیٹھی تھی۔ انہوں نے جاوید کی شرٹ پر بٹن ٹانکتے ہوئے ایک نظر اس کے اکتائے چہرے پہ ڈالی۔

"کیوں کیا ہوگیا۔؟"

"امی! آج سونیا کے ہاں افطار پارٹی ہے۔ اتنے اصرار سے اس نے مجھے بلوایا تھا مگر اب سمجھ میں نہیں آرہا کیا پہن کر جاؤں۔"

"برقعہ پہن جاؤ۔" جاوید ایک پاؤں تخت پر رکھ کر جوگرز کے تسمے باندھنے لگا۔

"جاوید بھائی پلیز، میں مذاق کے موڈ میں نہیں۔"

"بیٹی! وہ بلو اور سی گرین سوٹ پہن لو ناں۔ وہ تم پہ جچتا بھی بہت ہے۔" امی نے کچھ سوچ کر اس سے کہا۔

"لیں، پہلے دو مرتبہ کالج پہن کر جاچکی ہوں اب تیسری مرتبہ پھر پہن کر جاؤں۔ کیا سوچیں گی میری فرینڈز، باپ اتنا بڑا بزنس مین اور بیٹی کے پاس کوئی ڈھنگ کا دوسرا جوڑا بھی نہیں۔" وہ منہ بنا کر بولی تھی۔

"سی ـــــ۔" صبیحہ بیگم کا ہاتھ چوک گیا تھا اور سوئی سیدھی انگلی کی پور میں جا گھسی تھی۔ جاوید نے ایک نظر ماں کے چہرے کی بدلتی رنگت کو دیکھا۔

"تم اپنی فرینڈز کو بتا کیوں نہیں دیتیں کہ تمہارے بزنس مین باپ کی دولت تمہارے کسی کام نہیں۔" اس نے چبھتے ہوئے انداز میں کہا تھا جبکہ نمرہ نے فوراً" امی کی انگلی سے نکلتے خون کے ننھے سے قطرے کو انگوٹھے سے دبادیا تھا۔

"بیٹی! میرا بھی دل چاہتا ہے کہ میں اپنے بچوں کو سب سے اچھا کھانے کو اور بہترین پہننے کو دوں مگر نمرہ بیٹی میں خواہش کے باوجود تمہیں تمہاری حیثیت کے مطابق ـــــ۔"

"امی پلیز۔" اس نے تڑپ کر انہیں روک دیا۔ ان کے لہجے کی نمی نے اسے احساس دلایا تھا کہ سوئی انگلی میں نہیں لگی تھی، اس کی بات دل پہ جا لگی تھی۔

"سوری امی! میرا مقصد آپ کو ہرٹ کرنا نہیں تھا۔"

"ارے میں کیا ہرٹ ہوئی ہوں، میں تو ـــــ۔" انہوں نے سیاہ آنکھوں کے فرش تیزی سے گیلے ہوتے دیکھے تو فوراً" خود کو سنبھال لیا مگر وہ اس درجہ پشیمان ہوئی تھی۔ کہ لمحہ بھر کو ان کے سامنے نہ ٹھہر سکی اور وہاں سے بھاگتی چلی گئی۔ شرٹ کے بٹن بند کرتے ہوئے جاوید کی پرسوچ نظروں نے بہت دور تک اس کا پیچھا کیا تھا۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

"امی! میں ذرا لائبریری تک جارہا ہوں۔" اس نے طویل سانس لے کر امی کو دیکھا جو سر جھکائے نہ جانے کن سوچوں میں گم تھیں۔ وہ شرٹ کی جیب تھپتھپا کر بائیک کی چابی کا تعین کرتے ہوئے باہر نکل آیا۔ بائیک سڑکوں پر دوڑاتے ہوئے اس کا ذہن ایک نقطے پر گھوم رہا تھا۔ دانستہ نہ سہی نادانستگی میں ہی کبھی کبھار نمرہ ایسی بات کرکے اسے بری طرح ڈسٹرب کردیتی تھی۔

......*

"میں بھی کتنی بے وقوف ہوں' ہمیشہ بولنے کے بعد تولتی ہوں۔ آج خوامخواہ ہی امی کو دکھی کردیا۔ حالانکہ وہ تو جاوید بھائی' مہ وش اور رمنا سے زیادہ میرا خیال رکھتی ہیں۔ پچھلے دنوں فن فیئر پہ انہوں نے مجھے پورے بارہ سو کا سوٹ لے کر دیا تھا اور رمنا اپنا پرانا والا سوٹ پہن کر ہی گئی تھی اور اب میری بات سن کر انہوں نے سوچا ہوگا نمرہ کتنی خودغرض ہے۔ ہر وقت اپنی خواہشات کی زنبیل کھولے رکھتی ہے۔ ٹھیک ہی تو سوچا ہوگا انہوں نے۔ مجھے خود خیال کرنا چاہیے تھا' آخر ان کے پاس کوئی خزانے تو دفن نہیں جو وہ نکال نکال کر مجھ پہ لٹاتی جائیں۔ ویسے بھی ماموں اب ریٹائر ہوچکے ہیں۔ زمینوں کی آمدنی آتی ہے مگر پہلے جیسی بات تو نہیں رہی ناں؟ اور جاوید بھائی نے سوچا ہوگا یہ بے وقوف لڑکی اپنی اوقات بھول جاتی ہے اور باپ کے اس مرتبے اور حیثیت کو یاد رکھتی ہے جس سے اس کا نہ تعلق ہے' نہ واسطہ۔ اور وہ بھی ٹھیک ہی تو کہتے ہیں' مشہور و معروف بزنس مین احسان علی میرے لیے صرف ایک "حوالہ" ہی تو ہیں اور میں اس نام کے رشتے کو نبھانے کے لیے بعض اوقات اپنے پیاروں' اپنے چاہنے والوں کو خوامخواہ ہی دکھی کرتی ہوں۔" وہ اوندھے منہ چارپائی پر لیٹی تھی اور انگلی سے مسلسل فرش پر نادید لکیریں کھینچ رہی تھی جبکہ ذہن ایسی ہی سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ بات کچھ خاص تو نہیں تھی مگر وہ امی کے بارے میں اس قدر جذباتی تھی کہ اب تک اپنی بات پر پشیمان تھی جو بالکل غیر ارادی طور پر اس کے منہ سے نکل گئی تھی۔

حقیقت تو یہ تھی اگر اس نے کچھ ایسا سوچا یا کہا تھا تو اس میں اس کا زیادہ قصور بھی نہ تھا۔ سوہا سے اس کی دوستی کالج میں ہی ہوئی تھی اور جب اسے پتا چلا تھا کہ وہ بزنس مین احسان علی کی بیٹی ہے تو وہ بے حد حیران ہوئی تھی۔

"بھئی' بزنس سرکل میں ان کا بڑا نام ہے۔ میرے پاپا ذاتی طور پر انہیں جانتے ہیں مگر مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ تمہارے ڈیڈی ہیں بلکہ مجھے تو ابھی بھی یقین نہیں آرہا۔"

"اصل میں' میں شروع ہی سے اپنے نانا کے ہاں رہی ہوں۔" اس نے وضاحت کی تھی۔ اس وقت تو سوہا خاموش ہوگئی تھی مگر چند روز بعد جب سوہا نے سرسری سے انداز میں اس سے پوچھا تھا۔

"تمہارے ڈیڈی تمہیں ہر ماہ جیب خرچ تو بھجواتے ہوں گے ناں۔" اور وہ نفی میں سر ہلاتے ہلاتے رک سی گئی تھی۔

"ہاں بھجواتے ہیں' ہر ماہ ایک چیک باقاعدگی سے مجھے بھیجتے ہیں۔" بلا ارادہ ہی اس نے کہہ دیا تھا۔ حالانکہ یہ واقعہ اس کی زندگی میں چند ایک بار ہی رونما ہوا تھا مگر یہ حقیقت کسی دوسرے کے سامنے بیان کرنا کچھ ایسا آسان تو نہیں تھا۔ کیا سوچتی سوہا کہ وہ اس قدر بے توقیر اور بے مایہ ہے کہ باپ اسے دوسروں کے آسرے پہ چھوڑ دینے کے بعد اس کی خبر لینے کا بھی روادار نہیں۔

......*

آج چھٹی کا دن تھا سو سب لوگ گھر میں ہی موجود تھے۔ ضیا حسن البتہ کل سے اپنی پھپھو کے ہاں گیا ہوا تھا جو اسی شہر میں مقیم تھیں۔ وہ نہا کر چھت پہ چلی آئی جہاں پہلے سے موجود تمام افراد اپنے اپنے کاموں میں بری طرح مصروف نظر آرہے تھے۔ زارا اور رمنا' دادی اماں کی کڑی نگرانی میں مہینے بھر کی دالیں صاف کررہی تھیں۔ عید کے کپڑوں کی سلائی کٹائی چونکہ مہ وش کے ذمے تھی سو وہ چھوٹی چچی کے ساتھ مشین کے پرزوں کی دیکھ بھال میں مصروف تھی۔ اس دفعہ سب کزنز نے باہمی مشورے کے بعد سفید چوڑی دار

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

پاجامے اور سفید کرتے سلوانے تھے جن پر گولڈن گوٹے کا خوبصورت سا ڈیزائن بنایا جانا تھا۔ نمو نے کے طور پر مہ وش اپنا لباس تیار کر چکی تھی اور اب باقی کزنز کے لیے بھی ویسا ہی لباس اس نے تیار کرنا تھا۔ شانی صبیحہ بیگم سے بالوں میں تیل کی مالش کروا رہا تھا۔ بڑی چچی سویٹر بننے کے ساتھ ساتھ دیوار کے دوسری طرف موجود ہمسائی سے بھی گفتگو فرما رہی تھیں۔ جاوید البتہ اس سارے ہنگامے سے بے نیاز ڈھیر ساری کتابوں میں پوری طرح غرق تھا۔

"اب بس کرو۔ تمہارا وقت ختم ہو چکا ہے۔" اس نے شانی کو ایک طرف دھکیلا اور کنگھا امی کے ہاتھ میں تھما کر ان کے سامنے بیٹھ گئی۔ شانی غالباً" اس وقت غنودگی میں پہنچ چکا تھا اس لیے احتجاج کیے بغیر جھومتا جھامتا جاوید کے ساتھ والی کرسی پر ڈھیر ہو گیا تھا۔ اس کے بال خاصے گھنے اور لمبے تھے اس لیے خود انہیں سلجھانے کی مشقت وہ کم ہی کیا کرتی تھی۔ اب بھی صبیحہ بیگم نے بغیر کچھ کہے اس کے بال سلجھانے شروع کر دیے تھے۔

"اے نمرہ بیٹی! اب تم بڑی ہو گئی ہو۔ یہ چونچلے تم پہ کچھ جچتے نہیں۔ اپنے بال خود بنایا کرو۔" دادی اماں نے اسے دیکھا تو ٹوکے بنا نہیں رہ سکیں۔

"لو' دادی اماں مجھ سے نہیں سلجھتے' بازو دکھنے لگتے ہیں سلجھاتے ہوئے۔ ہاں اگر آپ کٹوانے کی اجازت دے دیں تو۔" اس نے جان بوجھ کر شرارت کی۔

"خبردار جو کٹوانے کا نام بھی لیا تم نے۔" دادی اماں ایکدم ناراض ہو گئی تھیں۔ "غضب خدا کا چار بال نہیں سنبھالے جاتے ان لڑکیوں سے۔"

"ارے ان چار بالوں سے مجھے ایک لطیفہ یاد آیا۔" رمنا نے جھٹ سر اٹھایا۔

"فار گاڈ سیک یار' وہ لطیفہ تم اتنی بار سنا چکی ہو کہ اب وہ لطیفے کے بجائے آپ بیتی لگنے لگا ہے۔" شہزینہ نے فوراً" اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے تو وہ منہ بنا کر دوبارہ دال پہ جھک گئی۔

"اور میں تم سے بھی کہے دے رہی ہوں بہو! سیانے کہتے ہیں' بیٹیاں ماں باپ کے گھر سکھی رہیں تو آگے جا کر دکھ اٹھانے پڑتے ہیں۔ لہٰذا اتنے لاڈ پیار مت جتایا کرو ان کے ساتھ۔" دادی اماں نے صبیحہ بیگم کو سبق پڑھایا۔

"اوہو' امی پھر تو آپ کو مہ وش وغیرہ لوگوں کے بارے میں خاصی احتیاط کرنی چاہیے۔" اس نے شرارت سے مہ وش کو دیکھا۔

"صرف ہمارے بارے میں کیوں؟ تمہارے بارے میں کیوں نہیں۔" مہ وش نے فوراً" مشین سے سر اٹھایا۔

"اس لیے کہ ماں' باپ کے گھر میں' میں رہی نہیں سو سکھ دیکھنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور رہی بات آگے جا کر دکھ اٹھانے کی تو جہاں میں ہوں وہاں سے آگے جانے کا میرا کوئی ارادہ نہیں۔" وہ قطعی انداز میں کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"کیوں آگے جانے کا ارادہ کیوں نہیں۔" رمنا نے حیرت سے پوچھا۔

"اس لیے کہ میں ہمیشہ امی کے ساتھ رہوں گی۔" اس نے صبیحہ بیگم کے گلے میں بازو ڈالتے ہوئے لاپروائی سے کہا تھا مگر جاوید کے پاس بیٹھا شانی بری طرح کھانسنے لگا تھا۔ چھوٹی چچی نے دبی دبی مسکراہٹ سے صبیحہ بیگم کو دیکھا جو اس کی بات پر نہال ہو گئی تھیں۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔؟" انہوں نے جھٹ اس کی پیشانی چوم لی۔ جاوید نے آہستگی سے سر اٹھا کر دیکھا' دادی اماں منہ پہ ہاتھ رکھے کبھی نمرہ کو اور کبھی صبیحہ بیگم کو دیکھ رہی تھیں۔ بڑی چچی کی معنی خیز نظروں کو اپنے چہرے پہ محسوس کر کے وہ کھسیا کر پوری طرح کتاب پر جھک گیا تھا جبکہ نمرہ اپنی کتابیں اٹھا کر سیدھی اس کی طرف چلی آئی تھی۔ انداز کی حد درجہ لاپروائی اور بے نیازی اس بات کی گواہ تھی کہ اس کے الفاظ کا اس کے نزدیک وہ مفہوم ہرگز نہ تھا جو دوسروں نے اخذ کر لیا تھا۔

"جاوید بھا۔۔۔۔"

"بس' بس' بس۔ اللہ کی بندی کبھی عقل سے کام بھی لے لیا کرو۔" شانی کی بدتمیزی پر اس نے گھور کر

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

اسے دیکھا۔
"کیا مطلب ہے تمہارا۔؟" اس نے چڑ کر اس کی بے تکی بات کا مطلب پوچھا۔
"کچھ نہیں۔" شانی نے کندھے اچکا کر گویا بے بس ہو کر کہا تھا اور وہ کتابیں کھول کر جاوید سے کچھ سوال ڈسکس کرنے لگی تھی۔
"جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے' باغ تو سارا جانے ہے۔" شانی معنی خیز انداز میں گا رہا تھا جبکہ جاوید بڑی سنجیدگی سے اسے نظرانداز کر کے نمرہ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

......*

"السلام علیکم۔" فروٹ چاٹ میں املی کی چٹنی مکس کرتے ہوئے پرجوش آواز پر مہ وش نے سر اٹھا کر دیکھا۔
"آؤ' آؤ ماہ شبین۔" اس نے مسکرا کر اسے اندر آنے کی دعوت دی۔ ماہ شبین پڑوس میں رہتی تھی۔ چار بھائیوں کی اکلوتی بہن تھی سو وقت گزاری کے لیے جب دل چاہتا ان کے پاس چلی آتی۔ بہت معصوم لڑکی تھی' سادہ دل اور پرخلوص۔
"کہاں غائب تھیں' اتنے دنوں سے نظر ہی نہیں آئیں۔" شہزینہ نے کڑکڑاتے ہوئے گھی میں پکوڑے ڈالتے ہوئے پوچھا تھا۔
"بس ذرا مصروف تھی۔ وہ..... ذیشان صاحب نظر نہیں آرہے۔" اس نے قدرے جھجکتے ہوئے پوچھا۔
"کون ذیشان صاحب۔؟" نمرہ نے فروٹ چاٹ مکس کرتے ہوئے مگن سے انداز میں پوچھا۔
"ہیں۔ آپ کو ذیشان صاحب کا بھی نہیں پتا۔؟"
"نہیں' کون ذیشان..... اوہ..... تم کہیں شانی بھائی کا تو نہیں پوچھ رہیں۔" نمرہ نے چونکتے ہوئے پوچھا۔
"شانی بھائی تو وہ آپ کے ہوئے ناں۔" ماہ شبین قدرے شرما گئی تھی اور شہزینہ کے ہاتھ سے چمچہ چھوٹ گیا تھا۔
"لل..... لیکن کل تک تو وہ تمہارے بھی شانی بھائی ہی تھے۔" حیران حیران سی نمرہ نے اس کے انداز کی واضح تبدیلی کو پوری طرح محسوس کیا تھا۔
"کل کی بات اور تھی شہزینہ! یہ تو لمحے بھر کی بات ہوتی ہے۔"
"نمرہ! یہ اپنی ماہ شبین ہی ہے ناں۔؟" شہزینہ نے اس کے چہرے پہ پھیلی سرخی کو دیکھا۔ پکوڑے کڑاہی میں سیاہ ہونے لگے تھے مگر یہ انکشاف ایسا تھا کہ شہزینہ ان پر توجہ نہ دے سکی تھی جبکہ ماہ شبین ان کی حیرت پر مسکراتی رہ گئی تھی' اب وہ کیا بتاتی انہیں کہ کچھ روز پہلے جب وہ آندھی و طوفان کی مانند مہ وش کی تلاش میں سیڑھیاں پھلانگتی جا رہی تھی ایک دم سامنے سے آتے شانی سے بری طرح ٹکرا گئی تھی اور اس سے پہلے کہ وہ سب سے اوپر والی سیڑھی سے نچلی سیڑھی تک کا سفر طے کرتی' شانی نے ایک دم اسے بازو سے پکڑ کر سیدھا کیا تھا اور اپنی بھوری آنکھیں اس کے چہرے پہ ٹکا کر برہمی سے کہا تھا۔
"سو رہی ہو کیا' دیکھ کر نہیں چل سکتیں۔" وہ تو کہہ کر لمحوں میں آگے بڑھ گیا تھا اور ماہ شبین بی بی اپنا دل تھام کر وہیں بیٹھ گئی تھیں۔
"اے کہاں کھو گئی ہو۔؟" نمرہ نے ماہ شبین کے سامنے ہاتھ لہرایا تو وہ ایکدم سے ہوش میں آگئی۔
"نمرہ! دادی اماں کہہ رہی ہیں' ان کے سر میں درد ہے اس لیے افطاری میں ان کے لیے چائے ضرور بنا لینا۔" شانی اچانک ہی کچن میں آیا تھا اور ماہ شبین نے جھٹ اس کی طرف سے رخ موڑ لیا تھا۔
"اچھا میں بنا دوں گی۔" نمرہ نے اثبات میں سر ہلایا تو شانی واپسی کے لیے پلٹا مگر پھر ٹھٹھک کر رک گیا۔
"ماہ شبین! تمہیں سردی لگ رہی ہے۔" اس نے حیرت سے لرزتی کانپتی ماہ شبین کو دیکھا۔
"نن..... نہیں۔" اس کی حرکات مثبت اور جواب نفی میں تھا۔
"تو پھر کانپ کیوں رہی ہو۔؟" وہ حیران حیران سا اس کے سامنے آکھڑا ہوا۔ بچپن سے اس کا یہاں آنا جانا تھا سو کافی بے تکلفی تھی ان سب کے درمیان۔ ماہ شبین کے جسم کا سارا خون جیسے ان کے چہرے پہ سمٹ آیا تھا۔ شہزینہ اور نمرہ نے اس کی

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

خراب ہوتی حالت پر دوپٹہ منہ میں دبا کر بمشکل ہنسی روکی تھی۔
"بھئی' کیا ہوا ہے تمہیں۔؟"
"وہی جو ہیر کو رانجھے اور....." اس سے پہلے کہ شہزینہ مزید کچھ کہتی' ماہ شبین چیخ اٹھی تھی۔
"شہزینہ! خبردار جو تم نے کچھ کہا تو۔" شہزینہ نے اسے سنجیدہ دیکھ کر باقی بات دل ہی میں رہنے دی تھی۔ شانی نے مڑ کر شہزینہ کو دیکھا پھر آنکھیں نکالتی ماہ کو اور کندھے جھٹک کر دروازے کی طرف بڑھا۔
"ذیشان صاحب۔" ذیشان صاحب دروازے سے باہر جا چکے تھے جب ماہ بی بی منمنائیں۔
"کیا ہے۔؟"
"وہ یہ..... میں آپ کے لیے گاجر کی کھیر لے کر آئی تھی۔" اس نے ہاتھ میں پکڑا ڈونگا شانی کی طرف بڑھایا۔
"ہاں تو اسے کچن میں رکھ دو ناں۔ اب میں افطاری تک اسے ہاتھ میں لے کر تو نہیں پھروں گا۔" شانی اپنی فطری سادگی کے باعث کہہ کر چلتا بنا تھا اور ماہ شبین ہاتھ میں پکڑا ڈونگا کچن ٹیبل پر تقریباً" پٹخ کر اس "بے پرواہ سجن" کو کوستی گھر کو چل دی تھی۔

......*

"عفان بھائی' آپ مجھے چلغوزے دیں گے ناں۔؟"
"بعد میں دوں گا' پہلے تم انڈا دو۔" عفان نے شرط رکھی۔
"تو میں کوئی مرغی ہوں۔" شیراز برا مان گیا۔
"بے وقوف! میں یہ کہہ رہا ہوں کہ تمہارے پاس انڈوں کی جو بھری ہوئی ٹوکری ہے تم مجھے اس میں سے ایک انڈا دے دو۔" عفان نے جملے کی وضاحت کی۔
"پھر آپ مجھے چلغوزے دیں گے۔؟" شیراز کی نظر چلغوزوں سے بھرے تھال پر تھی جس پر عفان پھن پھیلائے ناگ کی طرح کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔
"ہاں بالکل۔"
"لیکن اگر ایک بھی انڈا کم ہو گیا تو نمرہ باجی مجھے ماریں گی۔" شیراز ہچکچایا۔
"بھئی' یہ تو تمہاری مرضی ہے' چلغوزے کھا لو یا مار....."
"اچھا پھر یہ لیں۔" شیراز نے دل کڑا کر کے ایک ابلا ہوا انڈا اس کی طرف بڑھایا۔ جسے تھام لینے کے بعد عفان نے بے حد اطمینان سے تھال میں سے ایک چلغوزہ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا تھا۔
"یہ کیا ہے۔؟" شیراز نے حیرت سے دیکھا۔
"تم نے مجھے انڈہ دیا۔ میں نے تمہیں چلغوزہ' حساب برابر۔" عفان نے چہک کر کہا۔
"بھائی! یہ فاؤل ہے۔" شیراز روہانسا ہو گیا تب ہی نمرہ کمرے میں داخل ہوئی۔
"تم دونوں اپنی اپنی چیزوں کی حفاظت کر رہے ہو ناں؟ بس ہم لوگ بھی ابھی فارغ ہو رہے ہیں۔" وہ دادا جان کی تسبیح اٹھا کر باہر نکل گئی تھی۔ رات کے لیے حسب معمول یہ دو آئٹم رکھے گئے تھے اور دونوں پارٹیز کی دست و برد سے محفوظ رکھنے کے لیے نمرہ نے عفان اور شیراز کو نگران مقرر کر دیا گیا تھا اور جب چائے لے کر میہ وش ہال کمرے میں آئی تو محفل پوری طرح جم چکی تھی۔ دادا اور دادی جان اپنے زمانے کے دلچسپ واقعات سنا رہے تھے اور پوری فوج ان کے گرد گھیرا ڈالے بیٹھی تھی۔ تب ہی جاوید کمرے میں داخل ہوا اس نے طائرانہ نگاہ سب افراد پہ ڈالی۔ نمرہ پر آ کر اس کی نظر ایک لمحے کے لیے ٹھہر گئی تھی۔
"جاوید بیٹا! باہر سردی بہت ہے کہاں گھوم رہے ہو۔ ادھر آؤ ناں۔؟" دادا جان نے فوراً" اسے پکارا۔
"بس دادا جان' میں ذرا شہزاد کی طرف گیا تھا۔" اس نے دونوں ہاتھ آپس میں رگڑے۔
"وہ دادا جان باہر احسان انکل آئے ہیں۔" اس نے دھیرے سے بتایا تو ہر فرد اپنی جگہ بری طرح چونک گیا تھا۔
"کیا کہا۔؟" ان کے لہجے میں ہلکی سی ناگواری کا تاثر ابھرا تھا۔
"کیا' ڈیڈی آئے ہیں۔؟" نمرہ کی آنکھوں میں اشتیاق بھری حیرت تھی اور اس کی بے ساختہ خوشی لہجے سے یوں چھلکی تھی جیسے ابھرتی ہوئی صبح میں

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

نومولود پرندے کی چہکار۔ دادا کے چہرے کا تناؤ اور دادی کی ناگواری یکلخت ہی ٹھنڈی پڑ گئی تھی۔ احسان علی وہ شخص تھا جس نے ان کی ہستی' کھلکھلاتی صاعقہ کو زندگی سے منہ موڑنے پر مجبور کر دیا تھا اور اب وہ اس قدر مجبور تھے کہ چاہنے کے باوجود اس شخص سے منہ نہیں موڑ سکتے تھے کہ نمرہ کی صورت وہ یہاں آنے پر پورا اختیار رکھتا تھا۔

"اسے اندر ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ جاوید! ہم وہیں آتے ہیں۔" دادا کے کہنے پر جاوید پلٹ گیا تھا۔

"جہاں آرا۔"

"آپ جائیے' میں سردی میں باہر نکلی تو ٹانگوں میں درد شروع ہو جائے گا۔" انہوں نے بھیگے لہجے میں فوراً" ہی انکار سنا دیا تھا جبکہ نمرہ بڑی بے تابی سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور چند لمحوں بعد سب لوگ کمرے سے باہر جا چکے تھے۔ جہاں آرا بیگم نے آنکھوں پہ رکھا بازو ہٹایا تو بوڑھی پلکیں خود بخود بیٹی کی یاد میں بھیگ گئیں۔ کمرے کی خاموشی میں صاعقہ کی سسکیوں کی آواز انہیں واضح طور پر سنائی دینے لگی تھی۔

"اماں! انہوں نے مجھ سے شادی اپنے والدین کے کہنے پر کی تھی۔ وہ مجھ سے خوش نہیں ہیں۔ بات بات پر طعنے دیتے ہیں۔ کہتے ہیں' مجھے اونچے گھروں میں رہنے کا سلیقہ نہیں۔ میں بات کرنے کے ڈھنگ سے ناواقف ہوں۔ مجھے محفل میں اٹھنے بیٹھنے کے آداب نہیں آتے۔ میں ان کے طور طریقوں کو اپنانے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ مجھے بتاؤ اماں میں جو ساری عمر چادر اور چاردیواری میں قید رہی ہوں۔ اب وہ لباس کیسے پہنوں جس میں میرے آدھے جسم کی نمائش ہو رہی ہو۔ غیر مردوں میں جا کر کس طرح ٹھٹھے لگاؤں اور وہ احسان علی کہتا ہے۔ بڑے گھروں میں رہنے کے یہ ہی طور طریقے ہوتے ہیں۔ وہ اپنے لیے دوسری بیوی لے آیا ہے جو اس کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چل سکے۔ اور اماں اب میں وہاں نہیں رہوں گی۔ میں گھٹ گھٹ کر جینا نہیں چاہتی۔ مجھے اپنے پاس رکھ لو اماں! میں اپنی بھابیوں کی خدمت کر لوں گی انہیں مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔ نوکرانی بن کر جی لوں گی۔ سمجھ لوں گی کہ میری زندگی میں خوشیوں کا بس اتنا ہی حصہ تھا اور اب دکھوں کی فصل۔ لہلہانے لگی ہے جسے مجھے اپنے ہاتھوں سے کاٹنا ہوگا۔"

جہاں آرا بیگم کی عمر رسیدہ آنکھیں بیٹی کی یاد میں پگھلتی جا رہی تھیں۔ آنکھ کے بیرونی گوشوں سے آنسو لکیر کی صورت ان کی کنپٹیوں کو بھگوتے رہے۔

"اماں۔" انہوں نے بند پلکیں کھول کر دیکھا۔ صبیحہ بیگم ان کے پاس بیٹھی تھیں۔

"مت روئیں اماں۔" انہوں نے لرزتے کانپتے سلوٹ زدہ ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام کر انہیں تسلی دی۔

"مجھے صاعقہ بہت یاد آ رہی ہے بہو! نمرہ کی پیدائش پر اس نے کتنا انتظار کیا تھا اس شخص کا منہ سے کچھ نہ بولی تھی پر آنکھیں جیسے دروازے سے چپک کر رہ گئی تھیں اور اب یہ آیا ہے تو میں اتنی مجبور ہوں کہ اسے گھر سے نکلنے کا حکم بھی نہیں دے سکتی۔"

"ہاں اماں! وہ جیسا بھی ہے نمرہ کا باپ ہے۔ ہم اسے نمرہ سے ملنے سے روک تو نہیں سکتے۔" صبیحہ نے اپنے ہاتھ سے ان کے بہتے آنسوؤں کو صاف کیا۔

"آپ دل کو حوصلہ دیجیے اماں۔ نمرہ کی صورت صاعقہ ہے ناں آپ کے سامنے بالکل ویسے ہی ہستی ہے۔ بات چیت' چلنے کا انداز۔۔۔ پوری کی پوری صاعقہ پر گئی ہے وہ۔"

"ہاں اللہ اسے لمبی زندگی دے۔" انہوں نے دل سے دعا کی۔

"بہو! میں ایک بات کہوں۔" وہ دل کی بات زبان پر لاتے جھجک سی گئیں۔

"بولیے اماں جی۔"

"بیٹی! میں چاہتی ہوں۔ نمرہ ہمیشہ یہاں رہے' میری نظروں کے سامنے۔ یوں سمجھو یہ میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش ہے کہ نمرہ' جاوید کی دلہن بنے۔" انہوں نے دھیرے سے کہا تھا اور کمرے میں آتے جاوید کے قدم باہر ہی رک گئے تھے۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

"لیجیے اماں! آپ نے تو میرے دل کی بات کہہ دی۔ اللہ نے چاہا تو وقت آنے پر ایسا ہی ہوگا۔" بہو کا جواب سن کر جہاں آرا بیگم تو نہال ہوئی ہی تھیں۔ باہر کھڑا جاوید بھی کھل کر مسکرا دیا تھا۔ بے ساختہ ہی اس کا دل "امی دی گریٹ" کا فلک شگاف نعرہ لگانے کو چاہا تھا مگر موقع کچھ ایسا تھا کہ اسے اپنا ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔

*_*_*

وہ بہت عجلت میں دادا جان کے ساتھ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تھی مگر اندر آکر قدرے جھجک سی گئی تھی۔ صوفے پر براجمان گرے تھری پیس سوٹ میں احسان علی کی شخصیت اس قدر مرعوب کن تھی کہ وہ جو سوچتی ہوئی آئی تھی کہ بھاگ کر باپ کے سینے سے لگ جائے گی' اب انگلیاں چٹخاتے ہوئے چپ چاپ ان کے پاس جاکر کھڑی ہوگئی تھی۔ دادا جان سامنے والے صوفے پر براجمان ہوگئے تھے۔

"کیسی ہو نمرہ۔؟" اسے جھجکتے۔ دیکھ کر احسان علی نے دو قدم آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگا لیا تھا اور اس لمحے نہ جانے کیوں نمرہ کی پلکیں خود بخود بھیگتی چلی گئی تھیں۔ اسے احساس ہوا تھا کہ بے تحاشا محبتیں سمیٹنے کے باوجود دل کے جس حصے پر باپ کی شفقت کی پھوار پڑی تھی وہ بالکل خشک اور بنجر تھا۔

"آؤ ادھر میرے پاس بیٹھو۔" انہوں نے اسے اپنے برابر میں بٹھا لیا تھا۔

"کہو احسان علی!' کیسے آنا ہوا۔؟" دادا جان کا لہجہ و انداز بہت چبھتا ہوا تھا۔ یہ وہ شخص تھا جسے وہ اپنی مرتی ہوئی بیٹی کی التجاؤں پر پکارنے گئے تھے اور اس نے ضروری میٹنگ کا کہہ کر انہیں لوٹا دیا تھا۔

نمرہ کے ساتھ ساتھ احسان علی بھی چونک گئے تھے اور وہ جو کہنے والے تھے کہ ضروری کام سے ادھر آنا ہوا تھا سوچا نمرہ سے ملتا چلوں۔ ایک دم اپنی جگہ سنبھل گئے اور جب بولے تو لہجے میں جیسے ملکیت کا احساس خود بخود عود کر آیا تھا۔

"اپنی بیٹی سے ملنے آیا ہوں۔" انہوں نے جیسے جتایا تھا کہ اتنا عرصہ تمہاری دسترس میں رہنے کے باوجود اس پر سب سے زیادہ حق میرا ہے۔

"بہت دیر سے آئے ہو۔" دادا جان کی نظر کھڑکی سے باہر پھیلی تاریکی میں الجھ رہی تھی۔

"نہیں' کچھ زیادہ دیر نہیں ہوئی۔" انہوں نے اپنی گھڑی پہ نظر دوڑاتے ہوئے سپاٹ سے انداز میں کہا اور پھر پوری طرح نمرہ کی طرف متوجہ ہوگئے۔

"بھئی نمرہ' تم تو بہت بڑی ہوگئی ہو۔" انہوں نے بغور اسے دیکھا۔ جب انہوں نے آخری بار اسے دیکھا تھا تب وہ چھوٹی سی تھی۔ اسکول یونیفارم میں وہ حد درجہ لاپروائی اور بے نیازی سے چارپائی پہ بیٹھی ٹانگیں جھلاتے ہوئے بہت اجنبی نگاہوں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ چھوٹی چھوٹی چوٹیوں نے اس کے چہرے کو مزید معصوم بنا دیا تھا اور اب وہ براؤن عام' سادہ سے سوٹ میں سارے بال جوڑے کی شکل میں لپیٹ کر بڑے سلجھے ہوئے انداز میں ان کے سامنے بیٹھی تھی۔ اس کی شخصیت میں ایک معصوم سی تمکنت تھی۔ وہ یوں ہی اس سے ادھر ادھر کی چھوٹی چھوٹی باتیں کرنے لگے۔

"کمال ہے۔ میں اتنا عرصہ اس بچی سے کیسے غافل رہا۔؟" اس کی آنکھوں میں ہزاروں جگنو ایک ساتھ جھلملاتے دیکھ کر انہیں احساس ندامت نے آگھیرا۔ اپنی خم دار پلکیں اٹھائے' سیاہ آنکھیں ان پر ٹکائے وہ لمحوں میں ان کی پدرانہ شفقت کو جگا گئی تھی۔

"نمرہ بیٹی! کبھی لاہور آؤ ناں۔ وہاں تمہارے دو بھائی ہیں' سوید اور حسن' ایک بہن ہے نوین۔ وہ سب تم سے مل کر بہت خوش ہوں گے۔" وہ اسے بتا رہے تھے اور وہ بے حد اشتیاق سے سن رہی تھی۔ تب ہی ملازمہ چائے لے کر آئی تو وہ ایک دم اٹھ کھڑے ہوئے۔

"میرا خیال ہے۔ میں اب چلتا ہوں۔" ان کے کہنے پر نمرہ نے گھبرا کر دادا جان کی طرف دیکھا۔ اس کا خیال تھا دادا جان انہیں روک لیں گے۔ ابھی تو وہ آئے تھے اور پھر رات کا وقت تھا مگر دادا جان بالکل خاموشی سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ وہ بھی جیسے دل کی خواہش کو دبا کر مجبوراً اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"بیٹی! آج تو میں جلدی میں ہوں مگر تم اپنی تیاری

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

رکھنا۔ میں پھر کسی دن تمہیں لینے آؤں گا بلکہ تیاری بھی کیا کرنی ہے گھر جانے سے پہلے ڈھیر ساری شاپنگ کریں گے اور پھر گھر جائیں گے۔ ٹھیک ہے ناں۔!" انہوں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بہت پیار سے کہا تھا۔ یہ فیصلہ انہوں نے ابھی چند لمحے پیشتر ہی کیا تھا بلکہ آغا صاحب کے اکھڑے اکھڑے رویے پر ہی ان کے فطری حاکمانہ پن نے ان سے یہ فیصلہ کروایا تھا۔

"اور ہاں' یہ کچھ روپے رکھ لو۔ مجھے خیال نہیں رہا ورنہ میں اپنی بیٹی کے لیے کچھ تحفہ وغیرہ لے آتا۔" بیرونی دروازے کے پاس پہنچ کر انہوں نے اپنے والٹ سے ہزار ہزار کے کئی نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ میں تھمائے تھے اور پیار کرتے ہوئے باہر نکل گئے تھے اور وہ سرشار سی کھلے دروازے سے انہیں جاتا دیکھ رہی تھی۔ آج تک کتنی ہی محبتوں کا ذائقہ چکھا تھا اس نے۔ آغا صاحب کی بے پایاں اور بے تحاشا محبت' وہ اس پر جان دیتے تھے۔ بڑے ماموں زمینوں سے واپسی پر جب تک اسے دیکھ نہ لیتے تھے انہیں چین نہیں پڑتا تھا۔ چھوٹے ماموں' زارا اور شہزینہ سے بڑھ کر اسے پیار کرتے تھے۔

شانی اور عفان برملا کہتے تھے کہ کیونکہ ہمارے گھر میں بہن کا خانہ خالی ہے اس لیے نمرہ صرف ان کی بہن ہے اور وہ بھی بالکل سگی پھپھو دادی جان اور ممانیوں کی بے پناہ چاہت مگر آج جس محبت کا ذائقہ اس نے چکھا تھا وہ ان سب سے انوکھا تھا' بالکل جدا۔ باپ کی زبان سے نکلے محبت بھرے دو بول جیسے سب کے جذبوں پر بھاری پڑ گئے تھے۔ اپنا آپ بہت اہم لگ رہا تھا اسے۔ خوشی سے مگن انداز میں وہ کمرے میں داخل ہوئی تھی اور سامنے آتی مہ وش کو گلے لگا کر بھینچ ڈالا تھا۔

"اف مہ وش! میں اس وقت بہت خوش ہوں۔"

"ہاں نظر آرہا ہے۔" مہ وش نے اس کے خوشی سے دمکتے چہرے پر نظر ڈالی۔

"بھئی' مجھے تو تم نے بری طرح مایوس کیا ہے۔" عفان نے ٹانگیں میز پر جماتے ہوئے کہا۔

"میں تو ایسے ٹریجک سین کا منتظر تھا کہ تم مٹھیاں بھینچ کر اپنے والد گرامی کے سامنے جا کھڑی ہو گی اور انہیں طعنوں کی خوب مار' مارنے کے بعد کہو گی۔ "آپ نے ساری عمر میری شکل نہیں دیکھی تو اب کیا کرنے آئے ہیں یہاں۔ خدارا چلے جائیے۔ میری زندگی میں آپ کے لیے کوئی جگہ نہیں۔" عفان نے باقاعدہ نسوانی آواز میں' روہانسے لہجے میں ڈائیلاگ بول کر سنائے تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

"جی نہیں' مجھے تو ان کے آنے کی اتنی خوشی تھی کہ ان سے مصنوعی ناراضگی کا اظہار بھی نہیں کر سکتی تھی۔" اس نے ایمانداری سے اعتراف کیا۔

"ہاں بھئی' یہ تو فطری سی بات ہے۔" زارا نے اس کی تائید کی۔

"ارے ہاں۔ ڈیر کزنز' یہ دیکھو ذرا میرے پاس کیا ہے۔؟" اس نے ہاتھ میں پکڑے روپے ان سب کے سامنے لہرائے۔

"ہائیں' ہائیں۔ یہ کیا؟ کہاں سے لیے۔؟" رمنا نے آنکھیں سکیڑ کر پیسوں کا جائزہ لیا۔

"محترمہ! یہ میرا جیب خرچ' جتنا چاہو خرچ کرو' جہاں چاہو خرچ کرو۔" خوشی اس کے لہجے سے جھلک رہی تھی۔ یہ مان کیا کم تھا کہ یہ روپے اس کے باپ نے اسے دیے ہیں۔

"ہاں تو بتاؤ غریب شہر کے لوگوں' مانگو کیا مانگتے ہو۔" اس نے شاہانہ انداز میں کہا۔

"اوہو' روکڑا ہاتھ میں آتے ہی لوگوں کے مزاج بدل گئے۔" شانی نے اسے شرم دلائی۔

"روکڑا چیز ہی ایسی ہے۔"

"گرو جی' یہ چیز ہمارے پاس کیوں نہیں آتی۔" شانی نے مایوسی کے انداز میں جاوید کے کندھے پر سر رکھا۔

"ڈونٹ وری یار' تھوڑا انتظار کرلو۔ ایسی چیز تو میں تم پر سے وار دیا کروں گا۔" وہ کمپیوٹر انجینئرنگ کر رہا تھا اور مستقبل کے بارے میں خاصا پرامید۔

"اوہو' جل گئے۔" نمرہ نے جان بوجھ کر اسے چھیڑا۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

"تمہارا کیا خیال ہے۔ میں تمہاری خوشی سے جل سکتا ہوں۔" جاوید نے آگے کو قدرے جھک کر اس سے سوال کیا تھا۔ نمرہ ٹھٹھک گئی۔ لہجہ و انداز میں تبدیلی تو محسوس ہوئی تھی مگر اس کی آنکھوں میں کچھ ایسا بھی تھا کہ وہ سٹپٹا کر نظریں جھکا گئی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

بلیک جینز پر اسکائی بلو شرٹ پہنے' سلیقے سے بنائے گئے بالوں اور ڈھیر سارے پرفیوم کے ساتھ شانی پورے صحن میں چکراتے ہوئے جاوید کا منتظر تھا۔ آج کسی پروفیسر صاحب کے ہاں افطار پارٹی تھی جہاں ان دونوں کو بھی انوائیٹ کیا گیا تھا۔

"ہاہ ہاہ' کیا قسمت ہے ہماری بھی۔ اتنی اچھی تیاری کے بعد بھی موٹر بائیک پر ہی بیٹھنا ہوگا۔" شانی نے ٹھنڈی سانس لے کر اظہار افسوس کیا۔

"جی ہاں گدھا گاڑی ہوتی تو کوئی بات بھی تھی۔" شیراز نے سنجیدگی سے کہا۔

"تو گویا اس وقت ضرورت صرف گاڑی کی ہے۔" شہزینہ نے سر پاپا شانی کو دیکھا۔

"زیادہ بکو نہیں' ورنہ ماروں گا۔ جاوید بھائی جلدی کیجیے۔" اس نے پہلے ان دونوں کو گھورا اور پھر جاوید کو آواز لگائی۔

"آرہا ہوں یار!" جاوید عجلت میں دو دو سیڑھیاں پھلانگتا ہوا نیچے آیا۔

"اوہو' شہزادہ چارلس لگ رہے ہو۔" شانی نے ستائشی نظروں سے اسے دیکھا۔

"تم بھی کسی لیڈی ڈیانا سے کم تو نہیں۔" جاوید کو غالباً" شہزادہ چارلس کا خطاب زیادہ پسند نہیں آیا تھا۔ تب ہی نمرہ تیزی سے صحن میں آئی تھی مگر جاوید پر نظر پڑتے ہی وہ لمحہ بھر کے لیے ٹھٹک سی گئی تھی۔ بلیک پینٹ اور ہنی کلر شرٹ میں اس کا دراز قد بے حد نمایاں لگ رہا تھا۔ ڈارک براؤن آنکھوں کو ذہانت کی بے پناہ کشش نے حد درجہ مسحور کن بنا دیا تھا۔ عنابی ہونٹوں پر مبہم سی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ خاصی عجلت میں کلائی پر گھڑی باندھنے کے بعد وہ حسب عادت کے باندھنے کے لیے تخت پر پاؤں رکھ کر جھکا تو وہ گہرا سانس لے کر آگے بڑھ آئی تھی۔

"جاوید بھائی یہ گفٹ سوہا کے گھر دے آئیے گا۔" اس نے ڈرتے ڈرتے کہا تھا اور حسب توقع اس نے خاصی برہمی سے اسے گھورا تھا۔

"جب کل مانگ رہا تھا' اس وقت کیوں نہیں دیا تھا۔" وہ ناراضگی سے بولا۔

"کل آپ لوگوں کے حلیے اس قابل تھے کہ میں آپ کو سوہا کے گھر بھجوا سکتی۔ گھسی ہوئی جینز اور اس پر گھسی ہوئی چپلیں۔ اب حلیے بہتر ہیں تو کم از کم مجھے کل سوہا کے سامنے شرمندہ تو ناں ہونا پڑے گا۔"

"ڈیئر کزن! کبھی اس ظاہری چمک دمک سے ہٹ کر بھی سوچ لینا چاہیے۔" اس کے سر پہ ہلکی سی چپت لگا کر وہ گفٹ ہاتھ میں لیتا باہر نکل گیا تھا۔

......*

رمضان کا دوسرا عشرہ شروع ہو گیا تھا سو گھر بھر کی مصروفیات میں بھی اضافہ ہو گیا تھا۔ نمرہ حسب ہدایت خالاؤں کو عیدی بھجوانے کی تیاری کر رہی تھی۔ آغا صاحب نے کہا بھی کہ روپے بھجوا دیے جائیں مگر دادی نے اپنا فیصلہ نہیں بدلا تھا۔

"ارے پیسوں کا کیا ہے' یوں ہی کونوں کھدروں میں چھپ جائیں گے۔ میکے سے کپڑا لتا جائے گا تو بیٹیاں سینے سے لگائیں گی' آنے جانے والوں کو مان سے دکھائیں گی کہ عیدی آئی ہے۔" سو ان کی خواہش کے پیش نظر بہترین سوٹ بنوائے گئے تھے۔ مٹھائی' سویاں' چینی' مہندی اور جب دادی اماں نے دندا سے' پراندے کا حکم نامہ جاری کیا تو وہ جھنجلا گئی۔

"دادی! یہ ساری چیزیں آؤٹ آف فیشن ہو چکی ہیں۔" اور دادی نے اسے یہ کہہ کر خاموش کروا دیا تھا کہ اسے جو کہا جائے وہی کرے۔

"ارے جاوید! میرے چاند ذرا سوئی میں دھاگا تو ڈال دے۔" کسی کو فارغ نہ دیکھ کر دادی نے خود ہی بیٹیوں کے دوپٹے پر گوٹا لگانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

"دادی جان' پلیز' میں اونگھ رہا ہوں۔ شانی سے کہہ دیں۔"

"شانی بیٹا! تو ہی ڈال دے۔" وہ شانی کی طرف

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

پلٹیں جوان کے قریب تخت پر اوندھا لیٹا ہوا تھا۔
"دادی! مجھے روزہ لگ رہا ہے۔" دادی کو ایکدم غصہ ہی تو آگیا۔ خاصی کراری دھپ اس کی کمر پہ رسید کی تھی انہوں نے۔
"سوئی میں دھاگا ڈالنا ہے۔ پہاڑ توڑنے کو نہیں کہا میں نے۔" شانی دھپ کھانے کے بعد خاصا بدمزہ ہو کر اٹھا تھا اور سوئی میں دھاگا ڈالنے لگا تھا۔
"لائیں پھر گوٹا بھی میں ہی لگا دیتا ہوں۔" اس نے منہ بسور کر کہا تھا اور دادی نے اور "جیتا رہ میرا بچہ" کہہ کر دوپٹہ اس کی گود میں رکھ دیا تھا۔
ادھر زارا اور شہزینہ نے پورے گھر کے پردے' بیڈ شیٹس' صوفہ کورز اور میز پوش اتار کر گھر کے پچھلے برآمدے میں مشین لگائی تھی اور اب جی جان سے جتی ہوئی تھیں۔ رمنا زمینوں سے آنے والے مالٹوں اور گاجروں کو ٹھکانے لگانے کی فکر میں تھی۔ بڑی چچی گجریلا بنانے کے لیے کچن میں چوکی سنبھال کر بیٹھ گئی تھیں۔ مہ وش نے ہال کمرہ خالی کر کے خوب ڈھیر سارا سرف ڈال کر فرش کو رگڑ رگڑ کر دھو دیا تھا۔ اس کمرے میں رمضان کے آخری عشرے میں وہ سب لڑکیاں بزرگ خواتین کے ساتھ مل کر عبادت کیا کرتی تھیں اور اس وقت وہ برآمدے میں سے وائپر کے ساتھ پانی کو ہٹا رہی تھیں۔ جب ضیاء حسن اپنا بیگ اٹھائے چلا آیا۔
"اچھا بھئی' اب ہمیں تو اجازت دیں۔" اس نے مہ وش کے نزدیک آکر کہا۔
"ہیں' کہاں کی تیاریاں ہیں بھئی۔"
"واپس جا رہا ہوں۔"
"اتنی جلدی۔" مہ وش کے بے ساختہ کہنے پر اس نے چونک کر اسے دیکھا مگر وہاں کوئی ایسا تاثر نہیں تھا جو اسے خوش فہمی میں مبتلا کرتا۔
"آپ نے تو کہا تھا' عید منا کر جائیں گے۔" اس نے گیلے ہاتھوں سے چٹیا سے باہر نکلے بالوں کو کانوں کے پیچھے اڑستے ہوئے کہا۔ ابھی وہ کچھ کہہ بھی نہ پایا جب کچن سے رمنا کی چیخ و پکار شروع ہو گئی۔
"مہ وش بھاگ کر آنا۔"

"آرہی ہوں بھئی' او کے ضیاء بھائی گھر میں سب کو سلام دعا کہیے گا۔" اس نے مسکراتے ہوئے ایک الوداعی نظر اس پر ڈالی اور کچن کی طرف بڑھ گئی۔ ضیاء حسن کی پرسوچ مسکراتی نگاہوں نے اس کی کمر پہ جھولتی چوٹی کا بہت دور تک پیچھا کیا تھا پھر وہ گہری سانس لے کر دادی کی طرف بڑھ گیا۔
"دادی! میں جلد ہی امی کو لے کر آؤں گا۔" کچھ دیر بعد اس نے اٹھتے ہوئے کہا تھا۔ دادی نے چونک کر اسے دیکھا اور پھر مسکرا دیں۔ وہ دادی سے پیار لے کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا جبکہ کچن میں کھلنے والی کھڑکی کے پٹ بہت آہستگی سے بند کر دیے گئے تھے۔
"نمرہ! عید سے پہلے واپس آجانا' تمہیں پتا ہے ناں ڈھیروں کام ہوتے ہیں کرنے والے۔ تمہارے بغیر کوئی کام کرنے میں مزہ ہی نہیں آئے گا۔" مہ وش نے تاکید کی تھی۔
"نمرہ! سچ بھئی ہم تو تمہارے بغیر اداس ہو جائیں گے۔" شانی اور عفان واقعی اداس تھے۔
"بیٹی! جلدی آجانا' میں تو سمجھو تمہیں دیکھ کر ہی جیتی ہوں۔" دادی نے اس کی پیشانی کو چومتے ہوئے کہا تھا۔ وہ سب کی باتیں ذہن نشین کرتے ہوئے جاوید کی طرف پلٹی تھی۔
"جاوید بھائی! آپ کچھ نہیں کہیں گے۔"
"نہیں کیونکہ مجھے معلوم ہے تمہیں لوٹ کر یہیں آنا ہے۔" اس کا لہجہ پر یقین تھا۔ گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے نمرہ نے مڑ کر دیکھا۔ کھدر کے کیمل کلر سوٹ میں وہ بظاہر بہت مطمئن تھا مگر آنکھوں میں اترتی اداسی اس سے چھپی نہ رہ سکی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

"بھئی نمرہ بیٹی! یہ ہے ہمارا گھر۔ خوب گھوم پھر کر دیکھ لو۔" احسان علی کی آواز نے ایک دم اسے چونکا دیا تھا اور جب اس نے اپنے اردگرد گھوم کر دیکھا تھا تو ہکا بکا رہ گئی تھی۔ یہ گھر تھا یا محل۔ وہ تو سوہا کے گھر کو دیکھ کر ششدر رہ گئی تھی مگر یہاں آکر معلوم ہوا تھا کہ وہ گھر اس گھر کے مقابلے میں تو کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ چور نگاہوں سے یہاں سے وہاں تک پھیلے سرسبز لان کو

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

دیکھتی رہی۔ جس کے درمیان سرخ پتھریلی روش پر سینکڑوں گملے رکھے گئے تھے۔ کوریڈور اور ڈرائینگ روم کے بیچ ایک شیشے کی دیوار حائل تھی جس سے اندرونی اور بیرونی منظر پوری طرح واضح تھا۔ ڈرائنگ روم میں رکھے کرسٹل ڈیکوریشن پیسز پر سے اس کی نگاہ پھسلتی چلی گئی تھی۔ وال ٹو وال کارپٹ، بہترین کلر اسکیم، دیواروں پر آویزاں قیمتی اور انتہائی خوبصورت پینٹنگز، اَن ڈور پلانٹس کی بہتات، سرسراتے ہوئے ریشمی پردے، فانوس کی تیز روشنیوں میں اسے سارے کا سارا ماحول خواب ناک لگا تھا۔ کتنی ہی دیر وہ اس آرائش و ترتیب میں کھوئی رہی تھی۔

"نذیر! تم جلدی سے کھانا ٹیبل پر لگا دو، مجھے ایک اہم میٹنگ میں جانا ہے۔ ہاں البتہ ڈنر کے لیے ابھی سے تیاری شروع کردو۔ ہماری بیٹی کے لیے رات کے کھانے پر بہت اہتمام ہونا چاہیے۔" احسان علی کی آواز نے مبہوت کھڑی نمرہ کو چونکا دیا۔ اس نے اسٹین گلاس لیمپ کی چکنی سطح سے نظریں ہٹا کر ان کی طرف دیکھا۔ وہ آنے والے ملازم سے مخاطب تھے۔

"نہیں ڈیڈی! میں اس وقت روزے سے ہوں۔" اس کے کہنے پر انہوں نے قدرے حیرت سے اسے دیکھا۔

"تم روزہ رکھتی ہو۔؟"

"جی ڈیڈی، الحمدللہ میں تو نو سال کی عمر سے نماز اور روزے کی پابند ہو چکی ہوں۔"

"اچھا، چلو خیر۔ آؤ میں تمہیں تمہارا کمرہ دکھاتا ہوں۔" وہ اسے ساتھ لے کر چلتے ہوئے ایک کمرے میں داخل ہو گئے تھے۔

"میں نے تمہارے لیے کچھ شاپنگ کر رکھی ہے۔ وارڈ روب میں تمہارے لیے کچھ ڈریسز موجود ہیں۔ اس بیگ کو یوں ہی بند رہنے دو اور جس چیز کی بھی ضرورت ہو مجھ سے کہنا۔ اوکے میں چلتا ہوں شام کو ملاقات ہوگی، تم اتنی دیر ریسٹ کرو۔"

وہ عجلت میں کہہ کر اس کا سر تھپتھپاتے باہر نکل گئے تھے۔ بیگ کو بند رکھنے والی بات اُسے کچھ زیادہ پسند تو نہیں آئی تھی مگر حقیقت تو یہ تھی کہ اپنی طرف سے جو بہترین سوٹ وہ پہن کر آئی تھی یہاں بہت معمولی لگ رہا تھا۔ اس نے وارڈ روب کا جائزہ لیا تو ایک سے ایک قیمتی سوٹ دیکھ کر اس کی آنکھیں کھل گئی تھیں۔ کتنی ہی دیر سوچتے رہنے کے بعد اس نے ڈارک گرین کلر کا سوٹ نکال لیا تھا جس پر ریڈ اینڈ گرین کلر کا چنا ہوا دوپٹہ تھا۔ کپڑے تبدیل کرنے کے بعد اس نے اچھی طرح اپنے کمرے کا جائزہ لیا تھا۔ میرون اور بلیک کارپٹ پر ایک طرف ڈھیر سارے کشنز پڑے تھے۔ ان کے ساتھ بک ریک تھا اور بک ریک کے بالکل برابر میں ایک نیا ٹکور اسٹیریو، ٹی وی دائیں طرف ایک کونے میں پڑا تھا، بائیں دیوار کے ساتھ بیڈ تھا جس کی سائیڈ ٹیبل پر فون سیٹ بھی موجود تھا، ڈریسنگ ٹیبل پر نجانے کون سے لوشن اور میک اپ کے نام پر الم غلم چیزیں پڑی تھیں۔

"اوہ گاڈ! یہاں میں رہوں گی۔" وہ دھپ سے بیڈ پر بیٹھ گئی تھی۔ یہ کمرہ اسے ایک چھوٹی سی کائنات لگ رہا تھا۔ کہاں وہ کمرہ جس میں وہ پانچوں ایک ساتھ گھسی رہتی تھیں اور کہاں یہ سجا سجایا بیڈ روم، جو اس نے صرف رسائل، ٹی وی میں ہی دیکھا تھا۔

"بندے کے پاس کم از کم اتنا پیسا تو ہونا چاہیے ناں۔؟" اس نے ایک ایک چیز کا بنظر غائر جائزہ لیا تھا۔ نمرہ کی کیفیت اس وقت بالکل ایسی ہی تھی جیسے انسان کسی تاریک غار سے نکل کر ایکدم سورج کے سامنے آ کھڑا ہو اور اس کے بے تحاشا روشنی سے اس کی آنکھیں چندھیا جائیں۔ اس گھر کی چمک دمک نے نمرہ کی آنکھیں خیرہ کر دی تھیں۔

......*

وہ دبے پاؤں اپنے کمرے سے نکلی تھی اور کچن کی طرف بڑھ گئی تھی۔ اس وقت رات کے ساڑھے گیارہ بج رہے تھے۔ شام کو افطاری پر اتنا کچھ تھا کہ کھانے سے اس نے خود ہی انکار کر دیا تھا مگر اب سپارہ ختم کر کے اٹھی تو محسوس ہوا پیٹ میں چوہے دوڑ رہے ہیں۔ ان دو دنوں میں گھر کا نقشہ تو ذہن نشین ہو چکا تھا، اس لیے وہ سیدھی کچن کی طرف گئی تھی۔ لاؤنج میں

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

اس وقت روشنی ہو رہی تھی۔ اس نے ذرا سا جھانک کر دیکھا۔ ٹی وی چل رہا تھا مگر اسے دیکھنے کے لیے کوئی بھی وہاں موجود نہیں تھا۔ اس نے چپکے سے کچن کے دروازے سے اندر جھانکا۔ وہاں بھی کوئی موجود نہیں تھا۔ اس کے ذہن میں پہلا خیال یہ ہی آیا تھا کہ شاید ملازم غفلت برت گئے ہیں۔

اس لیے پہلے اس نے ٹی وی بند کیا اور بعد میں کچن میں آگئی۔ فریزر کھول کر اندر موجود تمام چیزوں کا جائزہ لینے کے بعد وہ چاول اور چکن پیس نکال کر گرم کرنے لگی تھی اور پھر وہیں کچن ٹیبل پر بیٹھ کر اس نے پہلا چمچ منہ کی طرف بڑھایا ہی تھا جب کوئی تیزی سے کچن کے دروازے تک آیا تھا اور وہیں ٹھٹھک کر رک گیا تھا۔ مارے بوکھلاہٹ کے نمرہ کے ہاتھ سے چمچ چھوٹ گیا تھا اور یہ بوکھلاہٹ اس وقت دوچند ہو گئی تھی جب اسے احساس ہوا کہ آنے والا گھر کے افراد میں سے ہرگز نہیں تھا۔

"اوہ' آپ نمرہ ہیں ناں۔؟" آنے والے کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے حیرت ابھری تھی اور پھر زائل ہو گئی تھی۔ نمرہ اپنی جگہ سے اٹھتے اٹھتے رک گئی تھی۔

"میرا نام وجاہت کاظمی ہے۔ ثمینہ آنٹی کا بھانجا ہوتا ہوں میں۔ رہتا تو اسلام آباد میں ہوں مگر ان دنوں چونکہ مما' پاپا بڑے بھائی کے پاس انگلینڈ گئے ہوئے ہیں اس لیے میں یہاں چلا آیا۔ یہاں لاہور میں انکل کے ساتھ میں ایک لیدر گارمنٹس کی فیکٹری شروع کر رہا ہوں۔" اس نے تیزی سے اپنا تعارف کروایا۔ نمرہ دوبارہ سے کرسی سنبھال کر بیٹھ گئی تھی۔

"آپ کے بارے میں مجھے بتایا تھا آنٹی نے۔" وہ پلیٹ میں سیب اور چھری رکھے اس کے عین سامنے آبیٹھا تھا۔

"آپ اطمینان سے کھائیے۔ مجھ سے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔" اس نے غالباً" اس کی گھبراہٹ کو نوٹ کر لیا تھا۔

"تم آنکھیں ہٹاؤ گے تو کھاؤں گی ناں۔" وہ دل ہی دل میں جھنجلائی تھی۔ مگر بظاہر بڑے اعتماد سے اپنی پلیٹ پر جھک گئی تھی۔ چاول تو جیسے تیسے ختم کر لیے تھے مگر چکن پیس کانٹے سے تو نہ کھایا جا سکتا تھا ناں۔ اس نے ایک لمحے کے لیے وجاہت کو دیکھا' وہ غالباً" اب کافی بنانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اسے یکلخت ہی احساس ہوا کہ وہ خوامخواہ تکلف اور تصنع کے لفافے میں خود کو لپیٹنے کی کوشش کر رہی ہے اور یہ خیال آتے ہی اس نے چمچ پلیٹ میں رکھا تھا اور لیگ پیس ہاتھ میں لے کر پوری طرح مصروف ہو گئی تھی۔ وجاہت اسے کچھ کہنے کے لیے پلٹا تھا مگر اسے دیکھ کر قدرے حیران ہو گیا تھا۔ جواباً" نمرہ شرمانے جھجکنے کے بجائے ڈھیٹ پن کا عظیم الشان مظاہرہ کرتے ہوئے مسکرا دی تھی۔ چند لمحے پہلے والی گھبراہٹ' ہونق پن یکسر غائب تھا اور مخصوص بے نیازی نے اسے ایکدم ہی اپنے حصار میں لے لیا تھا۔ وجاہت کاظمی محض کندھے اچکا کر رہ گیا تھا۔

"کیسے لگے آپ کو یہاں کے لوگ۔؟" وہ کافی پھینٹتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"ایکدم بور۔" اس کے فوراً" بول اٹھنے پر وہ بھنویں اچکا کر اسے دیکھنے لگا۔

"میں مطلب نہیں سمجھا۔"

"ہوں' اس کا مطلب ہے۔ آپ خاصے کند ذہن ہیں۔" وہ کچھ زیادہ ہی جون میں آگئی تھی۔ اٹھ کر اطمینان سے سنک پر ہاتھ دھوئے اور پھر اس کی طرف گھومی۔ جو نہ سمجھ میں آنے والی کیفیت میں گھرا ہوا تھا۔

"اب دیکھیے ناں' دو دن ہو گئے مجھے یہاں آئے ہوئے مگر ڈیڈی کے سوا کسی نے مجھ سے ہائے ہیلو سے زیادہ بات تک نہیں کی۔ کسی نے مجھ سے یہ بھی پوچھنے کی زحمت نہیں کی کہ آیا یہاں میرا دل بھی لگ گیا ہے کہ نہیں۔ ہر کسی کی اپنی ہی مصروفیات ہیں۔ اتنا بھی نہیں ہوا کہ مجھے لاہور دکھانے کی آفر ہی کر دیں۔ کم از کم میں پیدا تو ہو جاؤں۔" اسے جیسے دل کی بھڑاس نکالنے کا موقع مل گیا تھا۔

"واٹ' آپ فرسٹ ٹائم لاہور آئی ہیں۔؟" وجاہت نے اس کی بات سے مفہوم اخذ کیا۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

"ویری گڈ! گویا میری صحبت کا اثر آپ پہ بہت جلدی ہو گیا ہے۔ آپ بات سمجھنے لگے ہیں۔ میں واقعی فرسٹ ٹائم لاہور آئی ہوں۔" اس نے ایمانداری سے اعتراف کیا۔

"بھئی پھر تو آپ کے ساتھ واقعی بہت زیادتی ہوئی ہے۔ ایسا کریں صبح آپ تیار رہیے گا' میں آپ کو گھمانے لے جاؤں گا۔" اس کی پیش کش پر نمرہ ایک لمحے کے لیے سوچ میں پڑ گئی تھی۔

"تو پھر ڈن ہے ناں۔؟" وجاہت نے کنفرم کرنا چاہا۔

"ڈیڈی سے پوچھ کر بتاؤں گی۔" اس کے معصوم سے انداز پر وجاہت نے متعجب ہو کر اسے دیکھا۔

"بھلا اس میں پوچھنے والی کون سی بات ہے۔؟"

"ہے ناں۔ اپنے گھر میں ہم ہمیشہ دادا' دادی کی اجازت سے باہر جایا کرتے ہیں۔ اب یہاں ڈیڈی گھر کے بڑے ہیں تو ان ہی سے پوچھوں گی ناں۔" اس نے اپنی بات کی وضاحت کی تو وہ کندھے اچکا کر رہ گیا۔

"کافی نہیں پئیں گی آپ۔؟" اسے جاتا دیکھ کر وجاہت فوراً" پوچھ بیٹھا تھا۔

"جی نہیں شکریہ' میں ایسی خرافات کی عادی نہیں اور ویسے بھی اب پی لی تو رات کو نیند نہیں آئے گی۔ اوکے شب بخیر۔" وہ قدرے مسکرا کر کہتی ہوئی باہر نکل گئی تھی اور کافی پیتے ہوئے وجاہت لاشعوری طور پر اس کے بارے میں سوچتا رہا تھا۔ بہت عجیب لگی تھی اسے یہ لڑکی اور بہت اچھی بھی۔

......*

"مجھے ٹھیک طرح سے کچھ یاد تو نہیں مگر ایک شاعر نے ایسی ہی کوئی بات کہی تھی کہ۔

"جوں جوں کنکریٹ کی دیواریں پھیلتی ہیں' دل سکڑتے جاتے ہیں۔" اور مجھے لگتا ہے اس نے ٹھیک ہی کہا ہے۔ ہمارا گھر چھوٹا سا ہے' اس میں ڈھیر سارے لوگ رہتے ہیں مگر دل کے ایسے سخی اور غنی ہیں کہ اپنے تو اپنے غیر بھی گھر میں آجائے تو سمجھے صدیوں سے یہیں رہتا چلا آیا ہے' بلکہ آپ وہاں آکر دیکھیے گا' واپس آنے کو دل نہیں چاہے گا آپ کا۔ اور یہاں اتنا بڑا گھر ہے دنیا کی ہر آسائش سے مزین۔ یہاں میرا باپ بھی موجود ہے اور بہن بھائی بھی مگر اس کے باوجود اجنبیت کا احساس ہے کہ میری جان ہی نہیں چھوڑ رہا۔"

وجاہت کاظمی نے اپنے ساتھ چلتی مسلسل بولتی اس بے نیاز سی لڑکی کو دیکھا۔ سفید کاٹن کے براق سوٹ پر سرخ بارڈر والا سفید دوپٹہ اس نے بڑی سہولت کے ساتھ سر پہ جما رکھا تھا۔ اگرچہ اس طرح اسے ساتھ لے کر چلتے ہوئے اسے عجیب سا لگا تھا مگر وہ خواہش کے باوجود اس لیے اسے نہیں ٹوک سکا تھا کہ وہ یوں بھی بہت پیاری لگ رہی تھی۔ بالوں کی لمبی سی چوٹی دوپٹے کے نیچے سے جھانک رہی تھی۔ گلابی ہونٹوں کے پیچھے ہموار موتیوں جیسے دانت گھڑی گھڑی اپنی چھب دکھلا رہے تھے۔ ہونٹ سے ذرا اوپر سیاہ شریر سا تل اس کے نقوش کو مغرور سا بنا رہا تھا۔

"آپ کچھ نہیں بولیں گے۔" اس نے چلتے چلتے ایکدم رک کر اسے دیکھا تو وہ چونک سا گیا۔

"کیا سوچ رہے تھے۔؟" نمرہ نے اس کی بے توجہی کو نوٹ کر لیا تھا۔

"کچھ نہیں۔ مگر یہ بتاؤ' کیا مجھ سے مل کر بھی تمہیں ایسا ہی احساس ہوا ہے۔؟"

"نہیں' آپ باقی سب لوگوں سے تھوڑے مختلف ہیں۔" نمرہ کے کہنے پر اسے عجیب سی خوشی کا احساس ہوا تھا۔

"اچھا' کچھ کھاؤ گی۔؟" وجاہت نے گاڑی کا ڈور لاک کھولتے ہوئے پوچھا۔ وہ افطاری کے بعد ہی گھر سے نکلے تھے اور اس وقت پارک میں اور پارک سے باہر کھانے پینے کی اشیاء میں بہت رش تھا۔

"نہیں' میرا خیال ہے اب گھر چلتے ہیں۔" اس نے نفی میں سر ہلایا تو دونوں گاڑی میں بیٹھ گئے تھے۔ چار روز ہو گئے تھے اسے یہاں آئے ہوئے مگر ابھی تک وہ وجاہت کاظمی کے سوا کسی سے گھل مل نہ سکی تھی۔ سوید میڈیکل کے فرسٹ ایر میں تھا۔ اپنے آپ میں گم رہنے والا لڑکا تھا سو اس سے کمپنی کی توقع رکھنا ہی عبث تھا۔ نوین' ثمینہ آنٹی کی طرح بہت موڈی لڑکی

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

تھی۔ دل چاہتا تو اس کے پاس آبیٹھتی ورنہ گھنٹوں اپنے کمرے میں بند رہتی تھی۔ ہاں البتہ حسن کافی زندہ دل اور شوخ مزاج رکھتا تھا۔ گھر میں ہوتا تو ہاچل کا احساس ہوتا رہتا تھا مگر شرط وہی تھی کہ اگر گھر میں ہوتا۔ اور گھر میں تو اہل خانہ ٹکتے ہی نہ تھے۔ گھر تو سمجھو آباد ہی نوکروں کے دم سے تھا۔ نمرہ نوکروں کو گھر پہ راج کرتے دیکھتی تو دل ہی دل میں کڑھ کر رہ جاتی اور سوچتی ثمینہ آنٹی کو چند دن دادی اماں کی نگرانی میں چھوڑ دینا چاہیے۔ کبھی دل میں خیال آتا آج امی زندہ ہوتیں تو یہ گیسٹ ہاؤس نما عمارت واقعی گھر بن جاتی۔

اور اس رات سونے سے پہلے اس نے بے اختیار ہی گھر فون کیا تھا۔ شیراز نے فون ریسیو کیا تھا اور ابھی وہ ڈھنگ سے سلام بھی نہ کہہ پایا تھا جب ریسیور شہزینہ نے اس سے چھین لیا۔ شہزینہ سے رمنا نے جھپٹا اور اس کے بعد ریسیور شانی کے قبضے میں چلا گیا تھا۔ ہر کوئی چلا چلا کر جانے کیا کہہ رہا تھا۔ وہ ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گئی۔ نہ کسی کی بات سمجھ میں آئی اور نہ وہ کوئی جواب دے سکی۔ تب مہ وش نے تقریباً" ڈانٹ کر سب کو خاموش کروایا تھا۔

"ہاں بھئی نمرہ! کیسی گزر رہی ہے۔؟"

"مت پوچھو، کیسی گزر رہی ہے۔"

"اچھا چلو نہیں پوچھتی۔" مہ وش نے بڑے آرام سے کہا تھا۔

"ارے نہیں بھئی، سنو تو۔ شروع کے چند دن تو قدرے بور گزرے تھے اس کے بعد ثمینہ آنٹی کا بھانجا وجاہت کاظمی آگیا۔ بس پھر انہوں نے تو سارا لاہور گھما ڈالا۔ کافی دوستی ہو گئی ہے ان سے۔ پتا ہے یہاں میری وارڈروب بھری ہوئی ہے ملبوسات سے اور ساتھ میچنگ شوز بھی۔ وی سی آر میرے کمرے میں ہے اور ڈھیر ساری موویز بھی رکھی ہیں۔ فی الحال روزوں کی وجہ سے دیکھنے کا وقت ہی نہیں ملا۔ یقین مانو مہ وش ایسی زندگی گزارنے کا ہم لوگ تو بس خواب ہی دیکھ سکتے ہیں۔ صبح سحری کے بعد جب میں وسیع و عریض لان میں چہل قدمی کرتی ہوں تو لگتا ہے کسی جنت میں آگئی ہوں۔ پورٹیکو میں ہمہ وقت کوئی نہ کوئی گاڑی موجود رہتی ہے باوردی ڈرائیور سمیت۔ کوئی روک ٹوک نہیں۔ آزادی ہی آزادی۔ سچ میں بہت انجوائے کر رہی ہوں۔ ہیلو تم سن تو رہی ہو ناں۔"

دوسری طرف غیر معمولی خاموشی کا احساس ہوا تو وہ ایکدم پوچھ بیٹھی۔

"ہاں سن رہا ہوں۔" مردانہ گمبھیر آواز پر وہ سٹپٹا گئی۔ معلوم ہی نہ ہوا کب ریسیور مہ وش کی جگہ جاوید کے ہاتھوں میں منتقل ہو گیا تھا۔

"کیا ہوا، رک کیوں گئیں۔؟"

"جی نہیں، میں تو یہ کہہ رہی تھی کہ محل نما بنگلے میں رہنے، لمبی گاڑیوں میں سفر کرنے اور بغیر گنے پیسے خرچ کرنے کا مزہ ہی کچھ اور ہے۔" اس نے جان بوجھ کر اسے چڑانے کی کوشش کی۔ "لیکن آپ کو کیا معلوم، آپ تو ابھی تک اپنی اس پھٹیچر سی بائیک۔"

"شٹ اپ۔" لاشعوری طور پر ہلکا سا تفاخر اس کے لہجے میں عود کر آیا تھا مگر جاوید نے فوراً" ہی اسے ٹوک دیا تھا۔ "زیادہ اترانے کی ضرورت نہیں ہے محترمہ! یہ محض "چار دن کی چاندنی" ہے۔"

"سو واٹ، یہ چاندنی ہمیشہ کی بھی ہو سکتی ہے۔" وہ خوامخواہ ہی اترا رہی تھی۔

"اچھا، میں اب بند کرتی ہوں۔ باقی کو سلام کہیے گا۔" اس نے دروازے پہ ہوتی دستک سن کر کہا تھا اور پھر ریسیور رکھ دیا۔

"مصروف ہو۔؟" وجاہت کاظمی نے اندر آتے ہوئے پوچھا تھا۔

"نہیں، بس گھر بات کر رہی تھی۔" اس نے مسکراتے ہوئے بتایا۔

"کون کون ہوتا ہے گھر میں۔؟" وجاہت نے کھوجتی نگاہوں سے اس کے دمکتے چہرے کو دیکھا تھا۔ نمرہ آنکھوں میں چمک، ہونٹوں پہ مسکراہٹ لیے اسے سب کے بارے میں بتاتی چلی گئی۔ سب کے ذکر پر ایک جیسا انداز، ایک جیسی محبت کا اظہار۔ وجاہت

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

نے کسی فرد کا خصوصی تذکرہ نہ پاکر اطمینان کا سانس لیا تھا۔

......*

"آر یو سیریس وجے۔"

"او' یس۔ اس لڑکی نے مجھے شروع دن سے انسپائر کیا ہے۔ وہ بے حد خوبصورت ہے آنٹی! اور مزے کی بات یہ کہ وہ اپنے حسن سے لاعلم ہے۔ وہ جانتی ہی نہیں کہ جب وہ مغرور سے لہجے میں عام سی باتیں کرتی ہے تو کتنی پیاری لگتی ہے۔ وہ بہت فرینک ہونے کے باوجود اپنے گرد ایک ایسا حصار باندھے رکھتی ہے کہ کوئی دوسرا اس پر حاوی نہیں ہو سکتا۔"

وجاہت نہ جانے کس کی بات کر رہا تھا۔ کوریڈور سے گزرتے ہوئے کچھ لفظ نمرہ کو سنائی تو دیے تھے مگر چونکہ روزے سے تھی اس لیے ٹوہ اور تجسس میں پڑنے کا گناہ سر لیے بغیر وہ لان میں چلی آئی تھی جہاں سرما کی نرم دھوپ چاروں اطراف بکھری ہوئی تھی۔ سورج کی شریر' سنہری کرنیں' گھاس پر بکھرے شبنمی موتیوں اور شاخوں پر کھلے گلابوں کو اپنی تمازت سے سہلا رہی تھیں۔ وہ نہا کر' بال سلجھا کر آئی تھی اور اب یوں ہی دھوپ میں ادھر سے ادھر چکرانے لگی تھی۔

"اوہ گاڈ!' تمہارے بال کس قدر خوبصورت ہیں۔" وجاہت نے پیچھے سے آکر دھیرے سے اس کے بے حد چمک دار بالوں کو چھوا تو وہ ایک دم چونک گئی۔ کالج میں لڑکیاں ہمیشہ اس کے بالوں کی تعریف کرتی تھیں مگر کسی مرد کے منہ سے پہلی بار اپنے لیے ستائشی کلمات سننے پر اسے عجیب سی شرمندگی کا احساس ہوا تھا۔ غیر محسوس طریقے سے اس نے دوپٹے کا پلو سر پہ ڈال لیا تھا۔

کچھ دیر یوں ہی چہل قدمی کرتے ہوئے وہ ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے تھے پھر وجاہت ایک دم "ایکسکیوزمی" کہہ کر قریب ہی ایک کیاری کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اس پودے پر گلاب کا ایک ہی پھول تھا۔ انتہائی تر و تازہ' شبنم سے دھلا پاک و معطر۔ پودے کی سب سے اوپر والی ٹہنی پر وہ "زندگی" کی علامت بنا جھوم رہا تھا مگر وجاہت کاظمی کے ہاتھ کی ہلکی سی جنبش سے وہ پھول ٹہنی سے جدا ہو گیا تھا۔ نمرہ کو دل ہی دل میں افسوس ہوا مگر وہ اسے ٹوک نہ سکی تھی۔

وجاہت نے اس کے سامنے کھڑے ہو کر پھول اس کی طرف بڑھا دیا تھا۔ نمرہ نے قدرے چونک کر اسے دیکھا اور پھر مسکرا کر پھول اس کے ہاتھ سے لے لیا تھا۔

"تمہیں معلوم ہے نمرہ! جب ایک لڑکا' لڑکی کو پھول دیتا ہے تو اس کا مطلب کیا ہوتا ہے۔" وجاہت نے گلابی دوپٹے سے ہم رنگ ہوتے چہرے پر نظر جمائی ٹکائی۔ وہ سمجھ نہیں پایا تھا کہ دوپٹے کا عکس چہرے پہ پڑ رہا ہے یا چہرے کا عکس دوپٹے پر۔

"ہاں معلوم ہے۔" اس کی توقع کے برعکس بغیر شرمائے لجائے نمرہ نے اعتماد سے جواب دیا۔

"اچھا بتاؤ تو ذرا۔" وجاہت نے متعجب ہو کر اس سے پوچھا۔

"جب ایک لڑکا ایک لڑکی کو پھول دیتا ہے تو اس کا مطلب ہے لڑکے کا دل چپس کھانے کو چاہ رہا ہے۔"

"واٹ۔" وجاہت نے پہلی مرتبہ پھول دینے کا یہ مطلب سنا تھا سو چیخ اٹھا تھا۔

"ہاں بھئی' وہ عفان ہے ناں جب بھی گارڈن جائے میرے لیے ڈھیروں پھول لے کر آتا ہے اور جب میں خوب خوش ہو جاؤں تب فوراً" مجھ سے چپس کھانے کی فرمائش کیا کرتا ہے۔" وہ ہنستے ہوئے بتا رہی تھی۔

"مگر وجاہت! اس وقت میں روزے سے ہوں لیکن وعدہ رہا شام کو اپنے ہاتھوں سے آپ کو چپس بنا کر کھلاؤں گی۔" وہ اسے تسلی دے کر لان میں رکھی کرسیوں کی طرف بڑھ گئی تھی اور وجاہت کاظمی سر کھجاتے ہوئے سوچ رہا تھا۔

"لڑکی سنجیدہ ہے یا پھر مجھے الو بنا گئی ہے۔"

......*

رمضان کا آخری عشرہ شروع ہو گیا تھا۔ اس نے

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

ڈیڈی سے واپس جانے کی بات کی تو انہوں نے ایکدم ٹوک دیا۔

"بھئی، بچپن سے اب تک کتنی ہی عیدیں تم وہاں منا چکی ہو، ایک عید ہمارے ساتھ بھی منالو۔ بلیومی تم بہت انجوائے کروگی۔ عید کے روز ثمینہ ایک گرینڈ پارٹی ارینج کیا کرتی ہے اور اس پارٹی کے چرچے دنوں جاری رہتے ہیں بلکہ یوں کرو تم اپنے لیے کوئی بہت ہی فینسی سا ڈریس لے لو عید کے لیے۔" انہوں نے ایک بھاری رقم کا چیک کاٹ کر اس کی مٹھی میں دبا دیا تھا۔ وہ شش و پنج میں پڑ گئی تھی۔ جائے یا نہ جائے۔

"اگر نہ گئی تو وہاں سب لوگوں کو کتنا افسوس ہوگا۔" اس نے چیک ڈریسنگ ٹیبل کی دراز میں رکھا۔

"اگر چلی گئی تو ڈیڈی سوچیں گے کیسی بیٹی ہے، میری خواہش کی کوئی اہمیت نہیں اس کے نزدیک۔" اس نے مشورے کی غرض سے وجاہت سے سرسری سا ذکر کیا تھا مگر اس نے پرزور انداز میں اسے جانے سے روکا تھا۔

"یہ بات غلط ہے۔ کم از کم عید تک تو تمہیں یہیں رکنا ہوگا۔"

"چلو یہاں رک کر ان کی عید کا رنگ بھی دیکھ لیتے ہیں۔" اس نے فیصلہ کرلیا تھا اور رات جب اس نے انہیں بتانے کے لیے گھر فون کرنا چاہا تو رابطہ ہی نہ مل سکا۔ اس نے جھنجھلا کر ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا تھا۔

*_*_*

"نمرہ بیٹی! فارغ ہو ناں۔؟ مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔" ڈیڈی پہلی بار اس کے کمرے میں آئے تھے۔ وہ احتراماً اٹھی مگر وہ اسے بیٹھنے کا اشارا کرتے ہوئے کھڑکی کے پاس جا کھڑے ہوئے تھے۔

"فرمایئے ڈیڈی۔؟" اس نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔

"نمرہ! تمہارے نانا، نانی نے تمہاری کہیں بات تو نہیں طے کر رکھی۔؟" سوال قدرے غیر متوقع تھا۔ وہ قدرے چونک کر انہیں دیکھنے لگی۔

"میرا مطلب ہے، جس مڈل کلاس گھرانے میں تم رہتی آئی ہو وہاں تو لڑکیوں کے قد نکلتے ہی انہیں دیس نکالا دے دیا جاتا ہے۔ تو اس سلسلے میں تمہارے بارے میں بھی کچھ سوچا گیا ہے یا نہیں۔"

"پتا نہیں ڈیڈی! مجھے اس سلسلے میں کوئی علم نہیں۔"

"ہوں، تم ذاتی طور پر کسی میں انوالو تو نہیں۔؟" انہوں نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا تھا۔ نمرہ کے تصور میں یک لخت ہی ڈارک براؤن آنکھیں ایک لمحے کے لیے ابھر کر معدوم ہوگئی تھیں۔

"کیا واقعی کچھ ہے یا محض ایک خیال، وہم، گمان ہے۔" اس نے دل میں جھانک کر دیکھا مگر دل کا حال اس پر منکشف نہ ہوسکا تھا اور اگر ہو بھی جاتا تو کیا وہ باپ کے سامنے اقرار کرسکتی تھی سو دھیرے سے نفی میں سر ہلا دیا۔ انہوں نے جیسے اطمینان کا سانس لیا تھا۔

"نمرہ! تمہیں وجاہت کیسا لگتا ہے۔؟" ان کی بات سن کر نمرہ کا سر شرم کے مارے جھک گیا تھا۔

"ڈیڈی تو یوں پوچھ رہے ہیں جیسے میری سہیلی ہوں۔" وہ چپ چاپ ناخنوں پر لگی کیوٹکس کھرچنے لگی۔

"بات دراصل یہ ہے بیٹی! کہ وجاہت کاظمی نے تمہیں پرپوز کیا ہے۔"

"جی۔" اس نے ایک جھٹکے سے سر اٹھا کر انہیں دیکھا تھا۔

"ہاں اور میں اسے تمہاری خوش قسمتی سمجھتا ہوں۔ وہ انتہائی سلجھا ہوا لڑکا ہے۔ چند ہی دنوں میں اس نے اپنے بزنس کو اتنی وسعت دی ہے کہ پورے سرکل میں اس کی دھوم مچ گئی ہے۔ فیملی بھی بہت مختصر ہے۔ ایک بڑا بھائی ہے جو مستقل انگلینڈ میں رہتا ہے۔ دنیا کی ہر آسائش دے سکتا ہے وہ تمہیں۔ میں اس کے بارے میں تمہاری رائے جاننا چاہتا ہوں۔"

ڈیڈی نے اتنا اچانک یہ سب کچھ کہہ ڈالا تھا کہ وہ فوری

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

طور پر کچھ نہ کہہ سکی تھی۔
"پھر کیا ارادہ ہے تمہارا۔؟" وہ تو ہتھیلی پہ سرسوں جمارہے تھے۔
"ڈیڈی میرے بارے میں آخری فیصلہ دادا' دادی ہی کرسکتے ہیں۔" اس نے دھیرے سے جواب دیا تو احسان علی بجھ کر رہ گئے۔
"میں جانتا ہوں بیٹی! وہ تم پر بہت حق رکھتے ہیں مگر میں بھی تمہارا باپ ہوں' مانا کہ میں ایک طویل عرصہ تم سے غافل رہا ہوں اور اس پر شرمندہ بھی ہوں مگر کیا تم ایسا سوچ سکتی ہو کہ میں تمہارے بارے میں کوئی غلط فیصلہ کرسکوں گا۔ نہیں میری جان! میں تو اپنی زیادتی کی تلافی کرنا چاہتا ہوں۔ وجے سے تمہاری شادی ہوجائے تو باقی عمر تمہیں اپنی آنکھوں کے سامنے رکھوں گا۔"
"ڈیڈی پلیز! آپ میرے بارے میں کوئی غلط خیال دل میں مت لائیے۔" اس نے باپ کو آبدیدہ ہوتے دیکھا تو تڑپ اٹھی۔
"مگر آپ خود سوچیں' ان کے بغیر کوئی بھی فیصلہ کرنا میرے لیے بہت مشکل ہے۔ اپنی عمر کے بائیس سال میں نے ان کے ساتھ گزارے ہیں پھر کیا سوچیں گے وہ لوگ کہ میں بارہ دن یہاں رہی اور اپنی زندگی کے سب سے بڑے فیصلے سے انہیں دودھ سے مکھی کی طرح نکال پھینکا اور یہ بھی تو ہوسکتا ہے ڈیڈی! انہوں نے میرے بارے میں کچھ اور سوچ رکھا ہو۔" آخری جملہ بہت دھیرے سے کہا تھا اس نے۔
"وہ تمہارے لیے زیادہ سے زیادہ کسی ڈاکٹر' انجینئر کے بارے میں ہی سوچ سکتے ہیں نمرہ!۔ اور ڈگریاں لے کر نوکری ڈھونڈنے والوں کا کوئی فیوچر نہیں ہوتا۔ ایک عمر گزر جاتی ہے ان کی جوتیاں گھستے ہوئے جبکہ وجے ایک کامیاب بزنس مین بن چکا ہے۔ لاکھوں' کروڑوں میں کھیل رہا ہے وہ اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ تمہیں بہت چاہتا ہے۔ بتاؤ بھلا اس جیسا کوئی ایک لڑکا بھی ہے اس خاندان میں۔" انہوں نے انسان کی فطری کمزوری پر ہاتھ ڈالا تھا۔
"اور پھر ہم کون سا یہاں چوری چھپے تمہاری شادی کردیں گے۔ عید کے بعد تم واپس چلی جانا۔ ہم وہاں آکر باقاعدہ آغا صاحب سے مشورہ کرلیں گے۔ میں تو فی الحال صرف تمہارا عندیہ لینا چاہتا ہوں۔" ان کے بے حد اصرار پر وہ انگلیاں چٹخانے لگی تھی۔
"سوری ڈیڈی! میں اتنی جلدی کوئی فیصلہ نہیں کر پارہی۔" کچھ لمحوں بعد اس نے بے بسی سے کہا تو وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔
"کوئی بات نہیں' تم آرام سے سوچ لو' بعد میں بتا دینا مگر جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر غور ضرور کرنا۔ مجھے تو بس اپنی بیٹی کی خوشیاں عزیز ہیں۔" انہوں نے بڑی محبت سے اس کے کندھے پر تھپکی دی اور باہر نکل گئے جبکہ وہ دونوں ہاتھوں میں سر تھام کر بیڈ پہ گر گئی تھی۔

......*

سوچ سوچ کر اس کی کنپٹیوں میں دھماکے ہونے لگے تھے۔ دن رات ڈیڈی کی باتیں اس کے ذہن میں گونجتی رہی تھیں اور ان کی ہر بات سو فیصد درست ہونے کے باوجود دل کوئی فیصلہ کرنے سے ہچکچا رہا تھا۔
"ہے پرنس' چلوگی۔" وجاہت کے پکارنے پر وہ چونک گئی۔ وہ کچھ دنوں سے زیادہ ہی بے تکلف ہونے لگا تھا۔
"کہاں۔؟"
"شاپنگ کے لیے' بھئی آج چاند رات ہے ناں۔ رات کو زبردست قسم کی پارٹی ہورہی ہے اور میں چاہتا ہوں اس پارٹی میں تم سب سے زیادہ زبردست لگو۔" اس کی بات سن کر وہ حیران رہ گئی تھی۔ پچھلے چند دن وہ اس طرح الجھی رہی تھی کہ اسے چاند رات کی آمد کا علم ہی نہ ہوسکا تھا۔
"بھئی چلو ناں' دیر ہورہی ہے۔" وجاہت نے اصرار کیا۔
"لاکھوں' کروڑوں میں کھیل رہا ہے وہ اور سب سے بڑی بات یہ کہ تمہیں بہت چاہتا ہے۔" ڈیڈی کی آواز کہیں قریب ہی گونجی تھی اور اس کی نظریں بے

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

اختیار ہی اس سوٹڈ بوٹڈ شخص پر جم گئی تھیں۔ دوسری طرف کوئی ایسا واضح اشارہ' کوئی ایسا لمحہ نہ تھا جسے گواہ بنا کر وہ اس شخص کو ٹھکرا دیتی جو اس وقت اپنی منتظر نظریں اس کے چہرے پہ جمائے کھڑا تھا۔

"کہیں ایسا نہ ہو کہ ان دیکھے' ان کہے جذبوں کے پیچھے میں زندگی کی بہت سی خوشیوں سے محروم ہو جاؤں۔"

"محترمہ! کہاں گم ہیں۔؟" وجاہت نے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرائے۔ اس نے آخری بار ایک لمحے کے لیے سوچا۔ وجاہت کا پلڑا ہر لحاظ سے بھاری تھا۔ اس نے دل ہی دل میں کوئی فیصلہ کیا اور سینڈل پہن کر اس کے ساتھ ہولی تھی۔

"سنو! احسان انکل نے تم سے کوئی بات کہی تھی۔؟" اسٹیرنگ گھماتے ہوئے وجاہت نے اس سے پوچھا۔

"ہاں۔"

"پھر تم نے کیا فیصلہ کیا۔؟"

"آپ کو کیوں بتاؤں' ڈیڈی کو جواب دوں گی۔" نمرہ نے اس کی بے قراری سے محظوظ ہوتے ہوئے کہا تھا۔

"پھر بھی بتاؤ تو سہی۔" وہ اصرار کرنے لگا تھا۔

"بھئی' میں نے ابھی کچھ بھی فائنل نہیں کیا۔" اس نے جان بوجھ کر اسے ٹالا۔ درحقیقت وہ ایک مرتبہ پھر سوچ لینا چاہتی تھی۔

"بھئی' بہت سست ہو تم اس معاملے میں' چلو مزید انتظار کیے لیتے ہیں۔ بائے دا وے۔ کیا میرے علاوہ بھی کوئی ہے؟"

"کیا مطلب؟۔"

"ظاہر ہے' ایک سے زیادہ چیزیں سامنے ہوں تو ہی فیصلہ کرنے میں مشکل ہوتی ہے ناں؟"

اس کے کہنے پر وہ ذرا دیر کو خاموش سی ہو گئی تھی۔ کسی اور کے "ہونے" یا "نہ ہونے" کا تعین ہی تو وہ نہ کر پا رہی تھی۔

"او کے بھئی۔۔۔ سنا ہے فیصلے کا بھی وقت مقرر ہوتا ہے۔ تم بھی اس گھڑی کا انتظار کر لو جب فیصلہ کرنا تمہارے لیے سہل ہو جائے گا' رائیٹ۔۔۔۔" اس نے بشاشت سے کہا تھا۔

اسے غالباً" یقین تھا کہ وہ اس کے برخلاف ووٹ نہیں دے گی۔ تب ہی گاڑی "تن زیب" کے سامنے رک گئی تھی۔

گھر آنے کے بعد وہ ڈیڈی سے اپنی واپسی کی بات کرنے کی غرض سے ان کے کمرے کی طرف بڑھی تھی مگر اندر سے آتی آوازوں نے اسے ٹھٹھک جانے پر مجبور کر دیا تھا۔

"آپ وجے سے کہیں' وہ ایک مرتبہ پھر سوچ لے۔ یہ مڈل کلاس لڑکیاں ہائی سوسائٹی میں مود نہیں کر سکتیں۔ اگر ایسا ہو سکتا تو آپ صاعقہ کو دھتکار کر میری طرف ہاتھ ہرگز نہ بڑھاتے۔" یہ ثمینہ آنٹی تھیں۔ نمرہ اپنی جگہ چونک کر رہ گئی تھی۔

"یہ کیا کہہ رہی ہیں ثمینہ آنٹی! امی نے تو ہمیشہ مجھ سے یہ کہا ہے کہ ڈیڈی نے امی کے مرنے کے بعد دوسری شادی کی تھی تو کیا؟۔" ڈیڈی کی آواز پر وہ آگے کچھ سوچ نہ سکی۔

"نہیں ثمینہ! وجے بالکل ٹھیک کر رہا ہے' میرے تو وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ وجے نمرہ میں انوالو ہو سکتا ہے میں تو محض آغا صاحب کے رویے کی وجہ سے نمرہ کو یہاں لایا تھا تاکہ انہیں بتا سکوں کہ نمرہ ساری زندگی ان کے پاس رہے تب بھی میرا اس پر اتنا حق اور اختیار ہے کہ اسے اپنے پاس رکھ سکوں' اس روز بڑے مغرور ہو رہے تھے وہ' حالانکہ انہوں نے دیا ہی کیا ہے نمرہ کو' شہزادیوں جیسی بیٹی ہے میری مگر ساری عمر اس جھگی میں گزار دی اس نے' یوں بھی وجے اور نمرہ کی شادی سے بزنس سرکل میں ہماری پوزیشن مزید اسٹرونگ ہو جائے گی۔ اس لیے کوشش کرو کہ نمرہ ہر صورت"

اور باہر کھڑی نمرہ کو لگا تھا زمین آسمان سب اس پر ہنس رہے ہیں۔ قدم من من بھر کے ہو رہے تھے۔ وہ بمشکل خود کو گھسیٹتی ہوئی کمرے تک آئی۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

"اوہ خدایا ـــــ۔" وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیڈ پر گر گئی تھی۔ ساری بات اب اس کی سمجھ میں آئی تھی۔

"تو اسی لیے سب لوگ ڈیڈی سے کترائے کترائے انداز سے مل رہے تھے اور انہوں نے محض دادا جان کی ضد میں آکر مجھے یہاں لانے کا فیصلہ کیا تھا۔ اور میں کس قدر بے وقوف تھی سمجھتی رہی کہ ایک عرصے بعد باپ کو بیٹی کی محبت کھینچ لائی ہے۔ مگر وہ تو صرف دادا جان کو نیچا دکھانا چاہ رہے تھے۔ اور اگر میں جذبات میں آکر وجاہت کے لیے مان گئی ہوتی تو گویا ساری بازی ڈیڈی کے ہاتھ میں چلی جاتی اور دادا جان ایک بار پھر خالی ہاتھ رہ جاتے۔ اور ڈیڈی کہہ رہے تھے آغا صاحب نے اسے کیا دیا ہے۔ انہیں پوچھنا تو یہ چاہیے تھا کہ مجھے ان کی طرف سے کیا نہیں ملا۔ محبت' شفقت' چاہت' اعتماد' تحفظ' دنیا کی کون سی دولت تھی جو انہوں نے مجھے نہیں دی ہے۔" وہ گھٹ گھٹ کر نجانے کتنی دیر تک روتی رہی تھی۔

"تم نے ٹھیک کہا تھا وجاہت ـــ فیصلے کی گھڑی مقرر ہوتی ہے شکر ہے کہ میں نے بروقت اور درست فیصلہ کر لیا ہے۔" بالآخر اس نے خود کو سنبھال لیا۔

تب ہی باہر سے بے تحاشا شور کی آواز سنائی دی تھی۔ وہ آنسو پونچھ کر کھڑکی میں چلی آئی تھی۔ نیچے سارے ملازمین ایک جگہ جمع تھے۔

"بی بی جی ـــ مبارک ہو' چاند نظر آگیا ہے۔" نیچے سے ملازم نے پکار کر اسے کہا تھا۔

وہ ایکدم چونک گئی تھی۔ آج چاند رات تھی اور اب یہاں رکنے کا کیا جواز تھا اس کے پاس۔ اس دولت کدے کی سنہری مورتیاں منہ کے بل پاتال میں جا گری تھیں۔ اور ان کے اندر کا کھوکھلا پن پوری طرح اس پر واضح ہو گیا تھا۔

"سنو چاند رات کو تمہیں یہاں موجود ہونا چاہیے۔" آخری دفعہ گھر فون کرنے پر سب نے ایک ساتھ چلا کر کہا تھا۔ اسے ایکدم گھر کی ساری رونقیں یاد آئیں تو آنکھیں ایک بار پھر لبریز ہو گئیں۔ اس نے کھڑکی سے باہر جھانکا اندھیرا ابھی اتنا نہیں پھیلا تھا کہ اس کے راستے کی رکاوٹ بن جاتا۔ اس نے جلدی سے آنکھوں پر چھائی دھند کو دونوں ہاتھوں سے مسلا۔ اور پھر بھاگ کر بیڈ کے نیچے سے اپنا بیگ کھینچا جو اس کے آنے کے بعد سے لے کر اب تک بند پڑا تھا۔ اس نے فوراً" اپنا جوڑا نکال کر پہنا' ہزاروں کا سوٹ اب اس کے بدن پر چبھنے لگا تھا۔ اپنے سینڈل نکال کر تیزی سے پہنے' وہ اسی حلیے میں تھی جس حلیے میں یہاں آئی تھی۔ بیگ بغل میں دبوچ کر اس نے دروازہ کھول کر ادھر ادھر جھانکا۔ راہداری سنسان تھی۔ وہ تقریباً" بھاگتی ہوئی باہر نکلی تھی۔ ڈرائیور حسب معمول گاڑی سمیت موجود تھا اس نے فوراً" بیگ گاڑی کے اندر اچھالا اور خود بھی پچھلا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔ ڈرائیور نے حکم کے مطابق گاڑی فل اسپیڈ پر چھوڑ دی تھی۔ وہ جوں جوں اس محل نما بنگلے سے دور ہوتی جا رہی تھی سانس لینا سہل ہوتا جا رہا تھا۔ گھر کا در میانی فاصلہ کم ہوتا جا رہا تھا اور وہاں ہونے والی عجلت بھری چیخ و پکار اسے یہاں بیٹھے سنائی دے رہی تھی۔

اسے یاد آیا پچھلی دفعہ دادی اماں میوہ جات صاف کرنے کی فکر میں ہلکان ہوئی تھیں۔ جاوید نے بہت سعادتمندی سے اپنی خدمات پیش کی تھیں۔ دادی اماں پوتے کی فرمانبرداری پر نہال ہو گئی تھیں اور میووں کا تھال اسے تھما دیا تھا اور جب جاوید نے تھال انہیں واپس کیا تو وہ پورے کا پورا خالی ہو چکا تھا۔ اور جواباً" جاوید کو وہ ڈانٹ پڑی تھی کہ الامان ـــ

"بی بی جی ـــ گھر آگیا ہے۔" ڈرائیور نے پریشان ہوتے ہوئے بی بی جی کو دیکھا جو سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے مطمئن و مسرور انداز میں مسکرائے چلی جا رہی تھیں۔ اس کی بات سن کر نمرہ بری طرح اچھلی تھی۔

"مجھے معلوم ہے' تمہیں لوٹ کر یہیں آنا ہے۔" کسی کا پر یقین لہجہ سماعتوں میں گونج اٹھا تھا۔

"یا ہو ـــ۔" اس نے گھر کا دروازہ سامنے دیکھ کر زوردار نعرہ لگایا تھا' بالکل بے اختیار و بلا ارادہ' بیگ

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

لے کر وہ بجلی کی سی تیزی سے باہر نکلی تھی ہاتھ میں تڑا مڑا سو کا نوٹ نکال کر اس نے ڈرائیور کی گود میں پھینکا اور پھر قلانچیں بھرتی دہلیز پار کر گئی تھی۔

اسے سامنے پا کر انواع و اقسام کی چیخیں ابھری تھیں۔ اس نے اندر داخل ہوتے ہی بیگ گھما کر ایک کونے میں دے مارا اور خود دادی اماں سے لپٹ گئی تھی۔ وہ سب لوگ اس کی آمد سے قطعاً" مایوس ہو چکے تھے۔ دادی سے جدا ہو کر وہ مہ وش سے جا لگی تھی پھر زارا' پھر رمنا' وہ بے تحاشا ہنس رہی تھی۔ اور ہنستے ہنستے اس کی آنکھوں میں پانی بھر آیا تھا اور جب وہ بھاگ کر دادا جان کے سینے سے لگی تو پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی اور ہنستی جا رہی تھی۔ باقی سب افراتفری میں اس کی کیفیت کو نوٹ ہی نہ کر سکے تھے۔

"عید کی تیاری تو پوری ہے ناں؟" سب سے ملنے کے بعد اس نے آنسوؤں سے تر چہرہ صاف کرتے ہوئے پوچھا۔

"کہاں بھئی ڈھیروں کام رہتے ہیں ابھی تو....." زارا ہاتھ نچا نچا کر اسے کچھ کچھ کہہ رہی تھی۔

"سنو ابھی کچھ کپڑوں پر گوٹا لگانا باقی ہے۔ تم جلدی سے....." مہ وش اس کا کاندھا جھنجھوڑ رہی تھی۔

"نمرہ....! دیکھو تو ذرا' یہ کھیر کے چاول گل کیوں نہیں رہے۔" رمنا اس کے سامنے چمچ لہراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"بھئی باقی سب سوٹ تو استری کر دیئے ہیں میں نے دو چار رہ گئے ہیں وہ تم سب....." چھوٹی چچی خوشخبری سنا رہی تھیں۔

"ارے یہ ڈھیر سارے میوے یونہی پڑے ہیں۔ انہیں کون صاف کرے گا" بے تحاشا شور و غل میں دادی کی آواز پر وہ چونک گئی تھی۔

"سنو جاوید بھائی کہاں ہیں۔" عفان کے پیچھے لپکتی شہزینہ کو بھینچ کر اس نے پوچھا۔

"وہ محترم چھت پر ہیں۔ انہیں ان کا چاند نہیں مل رہا۔" شہزینہ اسے اطلاع دے کر آگے بڑھ گئی تھی۔ اور وہ بھاگ کر چھت پر چلی آئی۔ وہ دونوں بازو دیوار پر رکھے بند مٹھی پہ چہرہ جمائے نیچے گلی میں جھانک رہا تھا۔

"گلی میں ڈھونڈنے سے آپ کو واقعی چاند نہیں ملے گا ہاں آسمان پر ڈھونڈیں تو بات بھی ہے۔" اس کے برابر کھڑے ہوتے ہوئے اس نے شرارت سے کہا تھا اور وہ پورا کا پورا اس کی طرف گھوم گیا تھا۔

"نمرہ..... تم.....؟" "حیرت' خوشی کے بے تحاشا تاثرات اس کے چہرے پر رقم ہو گئے تھے۔

"تم کب آئیں؟"

"جب آپ کا چاند کھو گیا تھا تب۔"

"میں سمجھا تھا تم....." اس نے دانستہ بات مکمل نہیں کی تھی۔

"میرا چاند بھی کھو گیا تھا' اسی لیے یہاں چلی آئی۔"

"تو پھر ملا؟" اس نے بہت آس سے پوچھا تھا۔

"ہاں....." نمرہ نے ایک نظر اس کے چہرے پر ڈالی اور آسمان کو دیکھنے لگی جہاں اولین تاریخ کا چاند مثال ابرو تنا ہوا تھا۔

"سنا ہے' چاند دیکھ کر دعا مانگنی چاہیے۔" نمرہ نے دونوں ہاتھ اٹھا لیے تھے۔

"برسوں سے چاند کو دیکھ کر چاند کی تمنا کرتا رہا ہوں۔ لگتا ہے آج ساری دعائیں مستجاب ہو گئی ہیں۔" دیوار سے ٹیک لگا کر اس نے دونوں بازو سینے پہ باندھتے ہوئے ایک جذب کے عالم میں کہا تھا۔

"مجھے ڈر تھا' وہاں کی چمک دمک تمہیں مجھ سے چھین لے گی۔" دعا کے بعد اسے چہرے پہ ہاتھ پھیرتے دیکھا تو وہ کہے بغیر نہ رہ سکا تھا۔

"کمال ہے..... میں سمجھتی رہی۔ آپ کے جذبوں کی سچائی اور یقین مجھے یہاں تک کھینچ لایا ہے۔" نمرہ نے جیسے اسے کچھ جتانا چاہا تھا۔

"باقی سب تو نہیں جانتا مگر میرے جذبوں کی انتہا اور شدت یقیناً" ہر جگہ تمہاری راہ روک لیتی ہے۔"

"کون کس کی راہ روک رہا ہے بھئی' یہ بات بعد میں سوچیں گے فی الحال تو ہمیں چوڑیاں پہننے بھی جانا ہے۔ ذرا جلدی کریں۔" شہزینہ زور زور سے

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

سیڑھیوں پر سے بولتی ہوئی آرہی تھی۔

"اوکے، تم لوگ فٹافٹ تیار ہو جاؤ، میں ضیاء حسن سے گاڑی کی چابی لیتا ہوں۔" جاوید سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔

"ارے۔۔۔ ضیاء بھائی آئے ہوئے ہیں۔" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں بھئی۔۔۔ والدین سمیت۔۔۔ مہ وش کا پرپوزل لے کر آئے ہیں وہ لوگ۔۔۔" شہزینہ نے اسے بتایا اور جب جاتے وقت خوب ہنگامہ مچا ہوا تھا۔ وہ اپنی جرسی اٹھانے کمرے میں بھاگ گئی تھی۔ اور جب واپس آئی تو سب لوگ گاڑی میں ٹھنس ٹھنسا کر بیٹھ چکے تھے۔ جب کہ جاوید باہر کھڑا جھگڑ رہا تھا۔

"بھئی، آپ سے کہا ناں ہاؤس فل ہے۔"

"مگر ہم کیسے جائیں گے؟" وہ جھنجھلا گیا۔ نمرہ بھی اس کے ساتھ آکھڑی ہوئی تھی۔ تب ہی شانی دوسری گاڑی سے نکل کر اس کی طرف بھاگا چلا آیا تھا۔

"یہ لے پکڑ میرے بھائی۔" اس نے بائیک کی چابی جیب سے نکال کر اس کی ہتھیلی پر رکھی اور خود کھڑکی میں جھک گیا۔

"سنو سنو۔ اسے بھی ساتھ لے لیں۔ آخر موقع بھی ہے دستور بھی۔"

"کسے؟" شانی کی بات پر سب نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ذیشان صاحب!" اچانک کسی نے پیچھے سے اسے پکارا تھا۔

"او۔۔۔" سب کی لمبی سی "او" نے شانی کو بوکھلا کر رکھ دیا تھا۔ وہ فوراً" اگلی سیٹ کی طرف بڑھا جب کہ مہ وش نے ماہ ثبین کو پچھلی سیٹ پر کھینچ لیا تھا۔

"افوہ۔۔۔ کیا آج کے دن بھی یہ پھٹیچر بائیک۔"

"شش۔۔۔" نمرہ کے کچھ کہنے سے قبل ہی جاوید نے اسے خاموش کروادیا تھا۔

"اف۔۔۔ یہ اسٹارٹ ہو جائے گی۔" نمرہ نے گاڑیوں کو روانہ ہوتے دیکھا، جاوید نے اللہ کا نام لے کر کوشش کی اور پہلی کوشش میں ہی بائیک اسٹارٹ ہو گئی تھی۔

"جلدی کرو بھئی، ورنہ وہ لوگ بہت آگے نکل جائیں گے۔۔۔" اس کے بیٹھتے ہی جاوید نے فل اسپیڈ پر بائیک گاڑی کے پیچھے لگادی تھی۔ جس میں سے شور، ہنگامے کی آوازیں بخوبی سنائی دے رہی تھیں۔

سرد ہوا سے بچنے کے لیے نمرہ نے اپنا دایاں ہاتھ جاوید کی جیکٹ کی جیب میں ڈال دیا تھا اور بائیں ہاتھ سے اپنے اڑتے ہوئے بالوں اور پھسلتے ہوئے دوپٹے کو سنبھالتے ہوئے اس نے سوچا تھا۔

"میرے مقدر میں اسی آسمان پر چاند بن کر چمکنا لکھا تھا تو پھر میں کہیں اور کیسے بھٹک سکتی تھی۔" وہ بہت مطمئن اور خوش تھی۔ خوشیوں اور مسکراہٹوں کا قافلہ رواں، دواں تھا۔

خوبصورت اور معیاری ناول

شاہکار	رفعت سراج
شہرِ یاراں	رفعت سراج
دل دریا تن صحرا	رفعت سراج
تو شریکِ سفر رہا	نسیم سحر قریشی
برگِ گل	ایم سلطانہ فخر
دل اک گلاب سا	ایم سلطانہ فخر
بھنور	شوکت رانا
گرفتارِ وفا	پروین شریف
شہرِ وفا	عینی ارسلان
گئے موسم کے گلاب	ذکیہ بلگرامی
بندھن	ذکیہ بلگرامی

خواتین ڈائجسٹ

اردو بازار، کراچی

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner